سات زمینوں کے متعلق حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے اثر پر تحقیقی مقالہ مع منکرینِ حدیث کے شبہات وجوابات

ازالۃ الوسواس عن اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما

مؤلف

مناظرِ اسلام

مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مدرس جامعہ مدنیہ کراچی

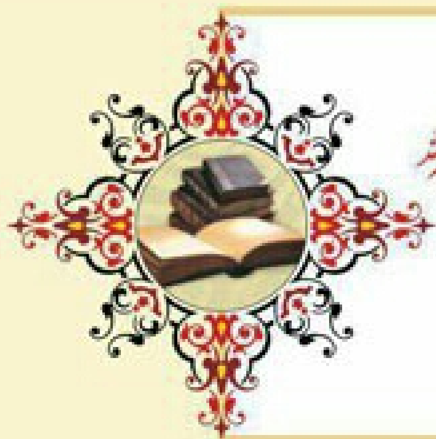
باہتمام

متکلمِ اسلام

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سات زمینوں کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر پر تحقیقی مقالہ
مع منکرین حدیث کے شبہات اور ان کے جوابات

ازالۃ الوساوس
عن
اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما



مؤلف

مناظر اہل سنت حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

تصحیح و نظر ثانی

خطیب اہل السنۃ والجماعۃ

حضرت مولانا عبداللہ قاسمی حفظہ اللہ

شعبۂ نشر و اشاعت

ادارہ تحقیقات اہل السنۃ والجماعۃ الہند

عرض مولف

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله و کفی والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

راقم الحروف نے ’’اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما‘‘ کی تصحیح پر ایک مقالہ سپرد قلم کیا تھا جو پوری آب وتاب کے ساتھ دارالعلوم دیوبند (وقف) کے ترجمان ’’ندائے دارالعلوم دیوبند بابت ذوالحجہ 1436ھ‘‘ میں شائع ہوا۔جس کا ایک نام نہاد جواب ایک بریلوی عالم کی طرف سے ’’البرہان واہ کینٹ بابت نومبر تا دسمبر 2015‘‘ میں دیا گیا، یہ جواب الجواب نامکمل تھا راقم الحروف نے الحمدللہ اس کا بھی جواب دیا، بعد میں خود راقم کے مضمون کا جواب لکھنے والے کی طرف سے بتایا گیا کہ میں نے 96 صفحات پر تفصیلا آپ کا رد کیا ہے اور یہ کتاب حیدر آباد سے چھپ گئی ہے چنانچہ کتاب منگوائی گئی اور 17 اپریل 2017 کو بھائی عمران کے توسط سے یہ کتاب بندے کو موصول ہوئی۔کتاب پر مصنف کے نام کے ساتھ ’’مناظر اسلام اور محدث عصر‘‘ کے بھاری بھرکم القابات دیکھ کر ایک ہی مجلس میں پوری کتاب کا مطالعہ کیا اور بعد از مطالعہ معلوم ہوا کہ موصوف ’’محدث عصر‘‘ نہیں بلکہ ’’مُحْدَثِ عصر‘‘ ہیں۔

کتاب میں جگہ جگہ لایعنی اور فضول مباحث کی بھرتی کر کے صفحات کو بڑھایا گیا مثلا بندہ نے خود اقرار کیا کہ حاکم تصحیح میں تساہل سے کام لیتے ہیں لیکن اس کے باوجود حاکم کے تساہل سے متعلق بحث کو ذکر کیا جس سے کس کو انکار ہے؟

بندہ نے روایت کے متعلق شاذ کا اقرار کیا اور اس کا تفصیلی جواب دیا اس کے باوجود کئی صفحات اس پر سیاہ کئے کہ میں نے شاذ کے الفاظ نقل نہیں کئے۔بندہ نے خود لکھا کہ شاذ دو قسم پر ہے ایک شاذ مردود جو صحت کے منافی ہے اور ایک شاذ مقبول جو صحت کے منافی نہیں، اس روایت کیلئے شاذ کے الفاظ شاذ مقبول کے ہیں نہ کہ مردود اس کے باوجود کئی صفحات کالے کئے گئے کہ شاذ صحت کے منافی ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔

بندہ نے خود اقرار کیا کہ عطاء بن سائب کو آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا لیکن یہ

ہمیں مضر نہیں اس کے باوجود کئی صفحات اس پر سیاہ کئے گئے کہ عطاء بن سائب آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اس سے بھلا کس کو انکار ہے؟

بندہ نے تسلیم کیا کہ متاخرین صحیح اور حسن میں فرق کرتے ہیں البتہ متقدمین صحیح پر حسن کا اطلاق کرتے ہیں **ولا مشاحة فی الاصطلاح** مگر اس کے باوجود صفحات سیاہ کئے گئے کہ حسن لذاتہ ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ان باتوں کو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ کس طرح یہ 96 صفحات پورے کئے گئے ہیں۔ بہر حال اس اثر کی صحت پر نام نہاد محدث عصر نے 3 قسم کے اعتراضات اٹھائیے:

(۱) اس کے راوی ضعیف ہیں۔

(۲) شاذ ہے بوجہ اوثق کی مخالفت کے۔

(۳) اس اثر کو بعض علماء نے قرآن و اجماع کے خلاف اور اسرائیلی یا ضعیف کہا ہے۔

جبکہ اس کے علاوہ بھی چند چھوٹے موٹے لایعنی اعتراضات ہیں، البتہ بنیادی اعتراضات یہی تین ہیں۔ اب آئے مکمل جواب کی طرف۔

بندہ اس موقع پر بھائی یاسر زید مجدہ (ساؤتھ افریقہ) کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہے گا جن کی علم دوستی کے بدولت اس وقت یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، نیز حضرت مولانا اسحٰق صاحب زید مجدہ کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنہوں نے پریس کی جملہ ذمہ داریاں باحسن خوبی سرانجام دیں موصوف بندہ کی کتب کی اشاعت میں انتہائی سعی وخلوص کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس کے علاوہ اپنے عزیز شاگردان عزیزم عبدالرزاق آفریدی ،عزیزم محمد یونس ،عزیزم گل رسول مہمندی کیلئے بھی دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں عالم باعمل بنائے جنہوں نے کتابت، تصحیح و تقسیم غرض مختلف مواقع پر وقتاً فوقتاً خدمات انجام دیں فجزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدارین۔

ماهنامه دارالعلوم دیوبند میں چھپنے والا مضمون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف ''تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس'' دراصل مولانا احسن نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک استفتاء جو اثر ابن عباس کی تصحیح وتوضیح کے متعلق ہے کا جواب ہے۔ یار لوگوں نے جس طرح اپنی علمی بے مائیگی ،ضد وتعصب کی وجہ سے اس مایہ ناز تصنیف پر لایعنی اعتراضات کیے اسی طرح اس صحیح حدیث کا انکار بھی کیا۔اس مضمون میں راقم اس اثر کی تصحیح کے متعلق چند معروضات پیش کرے گا۔

تصحیح اثر ابن عباس

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ ثَنَا عُبَيْدُ بْنُ غَنَّامٍ النَّخَعِيُّ أَنْبَأَ عَلِيُّ بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ'' عَنْ عَطَاءِ ابْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ : أَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَ مِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ (الطلاق:12) قَالَ سَبْعُ أَرَضِيْنَ فِيْ كُلِّ أَرْضٍ نَبِيٌّ'' كَنَبِيِّكُمْ وَ آدَمُ كَآدَمَ وَ نُوْحٌ'' كَنُوْحٍ وَّ إِبْرَاهِيْمُ كَإِبْرَاهِيْمَ وَ عِيْسٰى كَعِيْسٰى

(ھذ حدیث صحیح الاسناد قال فی التلخیص صحیح، المستدرك علی الصحیحین، ج2،ص535،رقم الحدیث 3822،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سورۃ الطلاق کی آیت اللہ الذی خلق سبع سموت الآیۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں پیدا کی ہر زمین میں تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں تمہارے آدم کی طرح آدم ہیں تمہارے نوح کی طرح نوح ہیں ابراہیم کی طرح ابراہیم ہیں اور عیسی کی طرح عیسی ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی تلخیص میں اس کو صحیح کہا۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت مختصرا بھی وارد ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الحَسَنِ الْقَاضِیُّ ثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْحُسَیْنِ ثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِیْ أِیَّاسٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِی الضُّحَی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَ جَلَّ سَبْعُ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلُهُنَّ قَالَ فِیْ كُلِّ أَرْضٍ نَحْوُ اِبْرَاهِیْمَ

هَذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلَی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ وَ لَمْ یُخَرِّجَاهُ قَالَ فِی التَّلْخِیْصِ عَلَی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَ مُسْلِمٍ

(المستدرك على الصحيحين ،رقم الحديث 3823)

امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت علی شرط الشیخین ہے اور امام ذہبی بھی ان کے قول کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علی شرط البخاری والمسلم ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

أَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیْرٍ وَّ ابْنُ أَبِیْ حَاتِمٍ والحاکم صححه والبیهقی فی شعب الایمان و فی کتاب الآسماء والصفات

(الدر المنثور ،ج6،ص238،دار المعرفة،بيروت)

امام بیہقی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

صحیح

(كتاب الآسماء والصفات ،ج2،ص 267,268،رقم الحديث 831,832)

یہ روایت صحیح ہے

علامہ زرقانیؒ سے سوال ہوا کہ کیا سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں ہیں اور کیا ان میں مخلوقات بھی ہیں؟

تو فرمایا جی ہاں اور ابن حجر کے حوالے سے فرمایا کہ اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے جو ابن عباسؓ سے مختصرا و مطولا منقول ہے اور پھر امام بیہقی کے حوالے سے اس روایت کی تصحیح نقل کی ہے۔

(اجوبة للأسئلة ،السوال الخامس والسادس والاربعون)

اسی طرح قاضی بدرالدین شبلی الحنفی رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ کہ کیا کبھی جنات میں بھی رسول

مبعوث ہوئے امام ضحاک کا ایک قول پیش کیا اور پھر اس کو مدلل کرنے کیلئے اثر ابن عباس کو استدلال پیش کیا اور پھر فرمایا کہ اس روایت کا ایک شاہد بھی ہے جسکو امام حاکم نے عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی کے طریق سے نقل کیا ہے اور میرے استاذ امام ذہبیؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

هذا حديث على شرط البخارى و مسلم و رجاله آئمة

(آکام المرجان فی احکام الجان، ص 63,64، مکتبة القرآن بمصر)

یہ حدیث علی شرط البخاری والمسلم ہے اور اس حدیث کے راوی بڑے بڑے آئمہ ہیں۔

اسی طرح یہ روایت تصحیح کے ساتھ علامہ قاضی شوکانی غیر مقلد نے ''فتح القدیر، ج5، ص295، دار ابن کثیر''، عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عمدۃ القاری، ج15، ص111، دار الاحیاء التراث، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کشف الخفاء، رقم الحدیث 316''، علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج 12، ص 409، دار الکتب العلمیۃ، بیروت'' پر بھی نقل کی ہے۔

جبکہ رضا خانیوں بریلویوں کی محبوب ترین تفسیر ''روح البیان'' میں علامہ حقی نے اسے اپنے موقف پر بطور استدلال پیش کیا اور ''آکام المرجان'' والے کے حوالے سے اس روایت کو صحیح کہا۔

(روح البيان ، ج3، ص 105، دار الفكر بيروت)

نیز ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''اتحاف المھرۃ، ج8، ص65، رقم الحدیث 8922، اور حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تفسیر ابن کثیر، ج8، ص156,157، دار الطیبہ، ریاض'' میں ''تصحیح'' کے ساتھ اس روایت کو درج کیا ہے۔

یاد رہے کہ ان تمام مفسرین و محدثین نے اس حدیث کو بمع تصحیح نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کیا اور کوئی جرح نہیں کی۔ اس روایت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر میں ''و من فی الارض مثلھن'' کی تفسیر تمہارے سامنے بیان کردوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ تم کفر کر بیٹھو اور تمہارا کفر یہی ہوگا کہ تم اس کی حقیقت جاننے کے بعد اس کا انکار کر بیٹھو گے۔

قال ابن جرير حدثنا عمرو بن على حدثنا وكيع حدثنا الاعمش عن

ابراهیم بن مهاجر عن مجاهد عن ابن عباس فی قوله (سبع سموت و من الارض مثلهن) قال لو حدثتکم بتفسیرها لکفرتم و کفرکم تکذیبکم بها و هدثنا ابن حمید حدثنا یعقوب بن عبد الله بن سعد القمی الاشعری عن جعفر بن ابی المغیرة الخزاعی عن سعید بن جبیر قال قال رجل لابن عباس (الله الذی خلق سبع سموت و من الارض مثلهن) فقال ابن عباس ما یؤمنک ان اخبرتک بها فتکفر

(تفسیر ابن کثیر ،ج 8،ص 156،دار الطیبہ ریاض ،تفسیر المراغی ،ج 28، ص 151، مصطفی البابی مصر)

خلاصہ بحث

قارئین کرام ! ملاحظہ فرمائیں کہ یہ اتنے بڑے بڑے آئمہ اس حدیث کی تصحیح کررہے ہیں کوئی اس کو علی شرط البخاری والمسلم کہہ رہا ہے تو کوئی کہہ رہا ہے کہ اس کے راوی بڑے بڑے آئمہ ہیں تو کوئی اس کو اپنے استدلال میں پیش کررہا ہے تو کوئی اس کی تصحیح نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کرکے اس روایت کے صحیح ہونے کی تائید کررہا ہے تو اب ایسی صحیح ترین روایت کو ماننے سے کیا صرف اس وجہ سے انکار کردیا جائے کہ اس کا ظاہر مفہوم ختم نبوت کے خلاف ہے یا اس روایت کا مطلب ہمیں سمجھ نہیں آتا یا شیخ نانوتوی رحمہ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ؟ اللہ پاک جزائے خیر دے قاسم العلوم والخیرات حجۃ اللہ فی الارض حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کہ اس حدیث کا ایسا دلنشین مطلب بیان کیا کہ حدیث کی صحت بھی برقرار رہی اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی ختم نبوت پر بھی کوئی حرف نہ آیا۔ تفصیل کیلئے ’’تحذیر الناس‘‘ کا مطالعہ کریں۔

بریلوی شیخ الحدیث اور اثر ابن عباس

مولوی غلام رسول سعیدی بریلوی مفتی اعظم پاکستان پروفیسر منیب الرحمٰن صاحب کے مدرسے کا شیخ الحدیث ہے اس سے آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ موصوف بریلوی مسلک میں کس پائے کے عالم ہیں۔ ان کی تفسیر ’’تبیان القرآن‘‘ کے متعلق مفتی منیب الرحمٰن صاحب

لکھتے ہیں:

''میں اہلسنت وجماعت کو یہ خوشخبری سنانا بھی اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ مصنفات علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دوممتاز اکابر اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مداللہ ظلہما العالی نے مسلک اہلسنت وجماعت کیلئے متفق علیہا قرار دیا ہے، یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کے لئے حجت و استناد کی حیثیت رکھتے ہیں''۔

(تفہیم المسائل، ج3،ص17،ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

معلوم ہوا کہ تبیان القرآن رضاخانیوں کے ہاں مسلم ومتفق علیہ دستاویز ہے۔اور علامہ سعیدی کے متعلق یہی موصوف نام نہاد مفتی اعظم لکھتے ہیں:

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہم کی تفسیر تبیان القرآن اور شرح صحیح مسلم سے بھی استفادہ کرتے رہتے ہیں اور براہ راست بھی ان سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں ان کا وجود اہلسنت وجماعت کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے''۔

(تفہیم المسائل، ج3،ص16،ضیاء القراان پبلی کیشنز)

تو بریلویوں کیلئے یہ نعمت غیر مترقبہ اپنی تفسیر تبیان القرآن میں لکھتا ہے:

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں:

ابوالضحی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے من الارض مثلھن (الطلاق:12) کی تفسیر میں روایت کیا ہے: یہ سات زمینیں ہیں ہر زمین میں تمہاری طرح نبی کی مثل ایک نبی ہے اور آدم کی مثل آدم ہیں اور نوح کی مثل نوح ہیں اور ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی مثل عیسیٰ۔(تفسیر امام ابن ابی حاتم۔رقم الحدیث 18919، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ 1417ھ)

امام مقاتل بن سلیمان متوفی 150ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے

(تفسیر مقاتل بن حیان، ج3،ص375)

نیز امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوالضحی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے **اللہ الذی خلق سبع سموت و من الارض مثلھن** (الطلاق:12) کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا سات زمینیں ہیں ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل ایک نبی ہے اور حضرت آدم کی مثل آدم ہیں اور حضرت نوح کی مثل نوح ہیں اور حضرت ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور حضرت عیسی کی مثل عیسی ہیں۔امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا حافظ ذہبی نے بھی کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(المستدرک ،ج 2،ص 493،طبع قدیم ،المستدرک ،رقم الحدیث 3822،المکتبۃ العصریۃ 1420ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے،ایک سند ہے از عطاء بن السائب از ابی الضحی از ابن عباس ہے اور دوسری سند از عمرو بن مرہ از ابی الضحی از ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما۔امام بیہقی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند حضرت ابن عباس سے صحیح ہے اور راوی مرہ کے ساتھ شاذ ہے اور میں نہیں جانتا کہ ابوالضحی کا کوئی متابع ہے۔

(کتاب الاسماء والصفات،ص390,389،دارالاحیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں اس حدیث کی دو سندیں ہیں ایک حضرت ابن عباس تک متصل ہے اور دوسری سند ابوالضحی پر موقوف ہے الخ (زادالمسیر ،ج8،ص300، مکتبہ اسلامی بیروت 1407ھ)

اثر ابن عباس کے متعلق محدثین اور مشاہیر علماء کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ زمین واحد ہے ابن التین نے کہا یہ قول قرآن وسنت سے مردود ہے میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ سات زمینیں متصل ہیں ورنہ یہ قول قرآن اور حدیث کے صریح مخالف ہے سات زمینوں پر دلیل یہ ہے کہ امام ابن جریر نے از ابوالضحی از ابن عباس ومن الارض مثلھن (الطلاق:12) کی تفسیر میں روایت کیا ہے: ہر زمین میں حضرت ابراہیم کی مثل ہے جس طرح زمین کے اوپر مخلوق ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور امام حاکم اور امام بیہقی نے اس کی طویل متن سے روایت کیا ہے کہ سات زمینیں ہیں

اور ہر زمین میں تمہارے آدم کی طرح آدم ہیں اور تمہارے نوح کی طرح نوح ہیں اور تمہارے ابراہیم کی طرح ابراہیم ہیں اور تمہارے عیسی کی طرح عیسی ہیں اور تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں۔امام بیہقی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر یہ مرہ کے ساتھ شاز ہے اور امام ابن ابی حاتم نے از مجاہد از ابن عباس روایت کیا ہے کہ اگر میں تم سے اس کی تفسیر بیان کروں تو تم کفر کرو گے اور تمہارا کفر اس روایت کی تکذیب ہے۔اہل ہیئت یہ کہتے ہیں کہ ہر چند کہ زمین اوپر تلے ہیں مگر ان کے درمیان مسافت نہیں ہے اور ساتویں زمین سپاٹ ہے اس کا کوئی بطن نہیں ہے اور اس کے وسط میں مرکز ہے اور وہ ایک فرض نقطہ ہے لیکن ان کے اقوال پر کوئی دلیل نہیں ہے اور سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی میں حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مرفوعا روایت ہے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان اکہتر یا بہتر سال کی مسافت ہے لیکن ان حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہوسکتی ہے کہ مسافت کا یہ فرق رفتار کی تیزی اور کمی پر مبنی ہے

(فتح الباری، ج6،ص434,435،دارالفکر بیروت 1420ھ)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابوالحیان اندلسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے اس اثر کو موضوع قرار دیا ہے لیکن میں کہتا ہوں اس اثر کے صحیح ہونے میں کوئی عقلی اور شرعی مانع نہیں ہے۔

(روح المعانی، ج28،ص211،دارالفکر بیروت 1417ھ)

(بحوالہ تبیان القرآن ،ج12،ص92 تا 94 فرید بک سٹال لاہور الطبع الخامس جنوری 2011)

اثر ابن عباس پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

اعتراض نمبر ا: اس حدیث کی تصحیح امام حاکم نے کی ہے اور حاکم حدیث کی تصحیح میں متساہل ہیں اس لئے اس کی تصحیح کا اعتبار نہیں۔

جواب: درست کہا مگر روایت کی تصحیح میں صرف امام حاکم متفرد نہیں بلکہ امام بیہقی و امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ جب حاکم کی تصحیح پر ذہبی موافقت کرے تو روایت قابل قبول ہوگی۔

اعتراض نمبر۲: ذہبی نے اس کو صحیح نہیں کہا بلکہ حسن کہا ہے اور دونوں میں بون بعید ہے۔
جواب: ہم نے ماقبل میں صراحت کے ساتھ امام ذہبیؒ سے ''صحیح علی شرط البخاری والمسلم'' کے الفاظ نقل کئے ہیں البتہ ''آکام المرجان'' والے نے ذہبی کے حوالے سے ''حسن'' کا لفظ نقل کیا ہے لیکن یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ بہت سے متقدمین حسن اور صحیح میں فرق نہیں کرتے بلکہ حسن کو صحیح ہی میں شمار کرتے ہیں بلکہ امام حاکم کا تو عام صنیع ہی یہی ہے کہ وہ صحیح پر حسن کا اطلاق کرتے ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:
(تدریب الراوی شرح تقریب النووی، ص138: قدیمی کتب خانہ۔کراچی)
پس جب دونوں میں کوئی فرق نہیں تو اس اعتبار سے **لامنافاۃ بین تصحیح الحاکم والبیھقی و تحسین الذھبی فافھم۔**
اعتراض نمبر۳: آپ کی ذکر کردہ پہلی روایت میں عطاء ابن السائب ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ''شریک'' ہیں اور عطاء بن سائب آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ شعبہ وسفیان کے علاوہ جنہوں نے بھی عطاء بن سائب سے روایت کیا ہے وہ حالت اختلاط میں روایت کیا ہے۔
جواب: امام نووی نے ابن معین کے حوالے سے جو لکھا یہ بسبب ان کے تتبع کے ہے۔جو کہ درست نہیں اس لئے کہ شعبہ وسفیان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی حالت اختلاط سے پہلے عطاء ابن السائب سے روایت کیا ہے۔چنانچہ حافظ بن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں عطاء بن سائب سے اختلاط سے قبل روایت کرنے والے شعبۃ وسفیان کے علاوہ: زہیر، زائدۃ، حماد بن زید، ایوب اور ان کے علاوہ بھی کئی ہیں۔
(تہذیب التہذیب، ج7،ص184: دار الفکر۔بیروت)
اور مزیؒ نے تو صاف صریح لکھا ہے کہ عطاء بن السائب سے قدیما قبل الاختلاط نقل کرنے والوں میں سے ''شریک'' بھی ہیں۔
(تہذیب الکمال، ج20،ص86)
ابو عوانہ کا نام بھی ان حضرات میں ملتا ہے جنہوں نے حالت صحت میں عطاء بن سائب سے روایت کی ہے۔

(الجرح والتعدیل، ج13، ص471)

پھر اس اشکال کے ہوتے ہوئے بھی ذہبی وبیہقی نے اس کو صحیح کہا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اعتراض درست نہیں۔

اعتراض نمبر۴: اس کی سند میں واقدی کذاب ہے۔

جواب: ہم نے مکمل سند پیش کردی ہے اس میں واقدی کا نام دکھانے پر منہ مانگا انعام۔

اعتراض نمبر۵: یہ حدیث شاذ ہے اور حدیث صحیح کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ شذوذ سے پاک ہو لہٰذا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جواب: یہ بھی اہل بدعت کا نرا مغالطہ ہے وہ اس طرح کہ شاذ علی الاطلاق صحت کے منافی نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے کہ ایک شاذ وہ ہے جو ''مقبول'' ہے اور ایک شاذ وہ ہے جو ''مردود'' ہے۔ شاذ مردود تو وہ ہے جس میں ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کرے سو یہ شاذ صحت کے منافی ہے۔

اور شاذ مقبول ہے کہ جس میں صرف ایک ثقہ راوی روایت نقل کرے اس تفرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ مردود نہیں بلکہ مقبول ہے اور ایسی شاذ روایت صحیح میں شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ حدیث صحیح کی تعریف میں ایک شرط یہ لگائی کہ وہ شاذ نہ ہو تو سیوطی اس شاذ کی تفصیل میں فرماتے ہیں کہ شاذ تین قسم پر ہے (۱) ثقہ کی اوثق کی مخالفت (۲) مطلقا ثقہ کا تفرد (۳) مطلقا راوی کا تفرد۔ نووی جس شاذ کو صحت کے منافی سمجھ رہے ہیں وہ شاذ کی پہلی قسم یعنی ثقہ کا اپنے سے اوثق کی مخالفت کرنا۔

اسی طرح امام نووی جہاں شاذ کی تعریف بیان کرتے ہیں وہاں فرماتے ہیں کہ اگر راوی اپنے سے زیادہ حافظ وضابط کی مخالفت کرے تو یہ شاذ مردود میں شمار ہوگا البتہ اگر مخالفت نہ ہو عادل ضابط حافظ ہو اور محض تفرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ صحت کے منافی نہیں۔

اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ شاذ اگر تفرد راوی کی وجہ سے ہو اور اوثق کی مخالفت نہ ہو تو یہ صحت کے منافی نہیں بلکہ صحیح ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ حدیث صحیح کا شذوذ سے پاک ہونا محدثین کے نزدیک شرط ہے فقہاء کے نزدیک نہیں یہی وجہ ہے کہ علامہ خطابی نے صحیح کی تعریف ان الفاظ میں کی کہ: جس کی

سند متصل ہو اور راوی عادل ہوں۔

خلاصہ بحث یہ کہ شاذ علی الاطلاق صحت کے منافی نہیں بلکہ صرف وہ شاذ مردود ہے جس میں ثقہ اوثق کی مخالفت کرے اور اثر ابن عباس شاذ مردود میں سے نہیں بلکہ شاذ مقبول میں سے ہے کیونکہ ابی الضحی خود ثقہ ہے اور اپنے سے اوثق کسی راوی کی مخالفت نہیں کر رہا مگر چونکہ اس کا متابع نہیں لہذا اس تفرد کی وجہ سے اس کو شاذ کہہ دیا گیا۔

پھر جن علماء نے اس روایت کی تصحیح کی ہے کیا اہل بدعت ان سے زیادہ علم اصول کے سمجھنے والے ہیں کہ وہ اس پر صحیح کا حکم لگا کر قبول کر رہے ہیں اور اہل بدعت اسے شاذ کہہ کر رد کر رہے ہیں؟

حوالہ جات کی عبارات

قَالَ الْعِرَاقِیُّ :وَأَمَّا السَّلاَمَةُ مِنَ الشُّذُوذِ وَالْعِلَّةِ فَقَالَ ابْنُ دَقِیْقُ العید فی الاقتراح ان اصحاب الحدیث زادوا ذالک فی حد الصحیح قال فیه نظر علی مقتضی نظر الفقهاء فان کثیرا من العلل التی یعلل بها المحدثون لا تجری علی اصول الفقهاء قال العراقی والجواب ان من یصنف فی علم الحدیث انما یذکر الحد عند اهله لا عند غیرهم من اهل العلم آخر و کون الفقهاء والاصولیین لا یشترطون فی الصحیح هذین الشرطین لا یفسد الحد عند من یشترطهما ولذا قال ابن الصلاح بعد الحد فهذا هو الحدیث الذی یحکم له بالصحة بلا خلاف بین اهل الحدیث و قد یختلفون فی صحة بعض الاحادیث لاختلافهم فی وجود هذه الاوصاف فیه او لاختلافهم فی اشراط بعضها کما فی المرسل

(تدریب الراوی ،ص 60،قدیمی کتب خانہ۔ کراچی)

(۲) لم یصح بمراده من الشذوذ هنا ،وقد ذکر فی نوعه ثلاثة اقوال احدها مخالفة الثقة لارجح منه والثانی تفرد الثقة مطلقا والثالث تفرد الراوی مطلقا ورد الآخرین فالظاهر انه اراد هنا الاول

(تدریب الراوی ،ص 60،قدیمی کتب خانہ۔ کراچی)

(۳)قال النووی و ان لم یخالف الراوی فان کان عدلا حافظا موثوقا بضبطه کان تفرده صحیحا و ان لم یوثق بضبطه و لم یبعد عن درجة الضابط کان حسنا و ان بعد کان شاذا منکرا مردودا والحاصل ان الشاذ المردود هو الفرد المخالف والفرد الذی لیس فی رواته من الثقة والضبط ما یجبر به تفرده

(تدریب الراوی ،ص 207،قدیمی کتب خانہ۔کراچی)

(۴) قال الشیخ المحقق وبعض الناس یفسرون الشاذ بمفرد الراوی من غیر اعتبار مخالفة للثقات کما سبق و یقولون صحیح شاذ و صحیح غیر شاذ فالشذوذ بهذ المعنی ایضا لا ینافی الصحة کالغرابة والذی یذکر فی مقام الطعن هو مخالف للثقات

(مقدمة مشکوة،ص 7۔مکتبہ رحمانیہ۔لاہور)

امام نانوتوی رحمہ اللہ سے اس اعتراض کا جواب

اللہ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں حجۃ الاسلام پر کہ جنہوں نے تحذیر الناس پر یار لوگوں کی طرف سے کئے جانے والے تمام اعتراضات کے جوابات اپنی زندگی ہی میں دے دئے تھے اس اعتراض کا جواب میں مولانا نے تحذیر الناس میں دیا ہے وہ وہی ہے جیسے راقم نے ماقبل میں نقل کیا ملاحظہ ہو:

''اور جس نے اس کو شاذ کہا ہے جیسے امام بیہقی تو انہوں نے صحیح کہہ کر شاذ کہا ہے اور اس طرح سے شاذ کہنا مطاعن حدیث میں سے نہیں سمجھا جاتا

کما قال سید الشریف فی رسالته فی اصول الحدیث قال الشافعی الشاذ ما رواه الثقة مخالفا لما راوه الناس قال ابن الصلاح فیه تفصیل فما خالف مفرده و احفظ منه و اضبط فشاذ و مردود و ان لم یخالف وهو عدل ضابط فصحیح و ان رواه غیر ضابط لکن لا یبعد عن درجة الضابط فحسن و ان بعد فمنکر

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاذ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ روایت ثقہ کی مخالف روایات

ثقات ہو دوسرے یہ کہ اس کا راوی فقط ایک ہی ثقہ ہو سو بایں معنی اخیر منجملہ اقسام صحیح ہے نہ ضد صحیح چنانچہ شیخ عبدالحق دہلویؒ فرماتے ہیں

قال الشیخ عبد الحق المحدث الدهلوی فی رسالة اصول الحدیث التی طبعها مولانا احمد علی فی اول المشکوة المطبوعة بعض الناس بعض الناس یفسرون الشاذ بمفرد الراوی من غیر اعتبار مخالفة للثقات کما سبق و یقولون صحیح شاذ و صحیح غیر شاذ فالشذوذ بهذ المعنی ایضا لا ینافی الصحة کالغرابة و الذی یذکر فی مقام الطعن هو مخالف للثقات. انتهی

یہ عبارت بعینہ وہی کہتی ہے جو میں نے عرض کیا سو لفظ شاذ سے کوئی صاحب دھوکہ نہ کھائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ جب اثر مذکور شاذ ہوا تو صحیح کیونکر ہوسکتا ہے وہ شذوذ جو قادح صحت ہے بمعنی مخالفت ثقات ہے چنانچہ سید شریف ہی رسالہ مذکور میں تعریف صحیح میں یہ فرماتے ہیں:

هو ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله و سلم عن شذوذ و علة و نعنی بالمتصل ما لم یکن مقطوعا بای وجه کان و بالعدل من لم یکن مستور العدالة ولا مجروحا وبالضابط من یکون حافظا متیقظا و بالشذوذ ما یرویه الثقة مخالفا لما یرویه الناس و بالعلة ما فیه اسباب خفیة غامضة قادحة ۔

اس تقریر سے اہل علم پر روشن ہوگیا ہوگا کہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات مراد نہیں کیونکہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات صحت کیلئے مضر ہے جو حدیث بایں معنی شاذ ہے وہ صحیح نہیں ہوسکتی''۔

(تحذیر الناس، ص24، کتب خانہ رحیمیہ۔ دیو بند، ص83، ادارہ تحقیقات اہل سنت ۔لاہور)

اندازہ لگائیں کہ امام کی اصول حدیث پر کتنی گہری نظر تھی۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جو پہلی عبارت پیش کی وہ:

علم اصول الحدیث لسید الشریف الجرجانی المتوفی 816ھ، ص:60، دار ابن حزم. بیروت پر موجود ہے۔

دوسری عبارت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ہے جسکا حوالہ گزر چکا ہے۔
جبکہ تیسری عبارت جرجانیؒ ہی کی علم اصول الحدیث ،ص :28 پر موجود ہے۔
علامہ سخاویؒ نے بھی یہی بات لکھی کہ محدثین جس شاذ کو صحت کے منافی سمجھتے ہیں وہ صرف وہ شاذ ہے کہ جس میں اوثق کی مخالفت کی جائے فقط۔

قال السخاوی : والمحدثون یسمونه شاذا لانهم فسروا الشذوذ المشترط نفیه هنا بمخالفة الراوی فی روایته من هو ارجح منه عند تعسر الجمع بین الروایتین .

(فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث، ج1،ص 26،مکتبة دارالمنهاج ۔الریاض ،الطبعة الاولی 1426ھ)

اعتراض نمبر٦ : سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ یہ ممکن ہے کہ کسی روایت کی سند صحیح ہو مگر متن میں کوئی علت قادحہ ہو۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اعتراض تو ہر حدیث پر ہوسکتا ہے چنانچہ جس نے کسی حدیث کا انکار کرنا ہو کہہ دے کہ سند تو ٹھیک ہے مگر سند کے درست ہونے سے متن کا درست ہونا لازم نہیں آتا۔ پھر یہ اعتراض بھی قلت فہم کی وجہ سے ہے اس لئے کہ محدثین میں سے جب کوئی کسی روایت کو نقل کرے اور اس کے متعلق ''صحیح الاسناد'' کہے تو یہ اس کے متنا وسندا صحیح ہونے کی دلیل ہے اور آئمہ نے اثر ابن عباس کو روایت کرتے ہوئے اس پر صحیح کا حکم لگایا اور کوئی علۃ قادحہ بیان نہیں کی امام بیہقی نے اگرچہ شاذ کہا مگر وہ اثر کی صحت کیلئے قادح نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔ نقل کردہ اصول پر دلائل ملاحظہ ہو:

غَیۡرَ أَنَّ الۡمُصنِّفَ الۡمُعۡتَمَدَ فِیۡهِمۡ اِذَا اقۡتَصَرَ عَلَی قَوۡلِهٖ : اِنَّهٗ صَحِیۡحُ الۡاِسۡنَادِ وَ لَمۡ یَذۡکُرۡ لَهٗ عِلَّةً لَمۡ یَقۡدَحۡ فِیۡهِ فَالظَّاهِرُ مِنۡهُ الۡحُکۡمُ بِأَنَّهٗ صَحِیۡح'' فِیۡ نَفۡسِهٖ لِأَنَّ عَدۡمِ الۡعِلَّةِ وَالۡقَادِحِ هُوَ الۡأَصۡلُ .

(الرفع والتکمیل،ص 83، 84،المرصد الرابع، مکتبة ابن تیمیة،مقدمة ابن صلاح ،ص 43۔فتح المغیث، ج1،ص 88،المکتبة السلفیة)

و قال العراقی:و کذالک ان اقتصر علی قوله حسن الاسناد و لم یعقبه بضعف فهو ایضا محکوم له بالحسن۔

(شرح التبصرۃ والتذکرۃ، ص 56)

اعتراض نمبر ۷: ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں اس کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے۔

جواب: اللہ پاک ان پر اپنی رحمت کرے ان کا یہ قول بلا دلیل ہے۔ اصول یہ ہے کہ جب صحابی کا قول قیاس کے موافق نہ ہو تو وہ نبی کریم ﷺ کی حدیث پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی صحابی کا قول جب مدرک بالقیاس نہ ہو تو مسند حدیث پر محمول کیا جائے گا۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِیْہِ أَنَّ أَبَا ھُرَیْرَۃَ لَمْ یَکُنْ یَأْخُذُ مِنْ أَھْلِ الْکِتَابِ وَ أَنَّ الصَّحَابِیَّ الَّذِیْ یَکُوْنُ کَذَالِکَ اِذَا أَخْبَرَ بِمَا لَا مَجَالَ لِلرَّأْیِ فِیْہِ یَکُوْنُ لِلْحَدِیْثِ حُکْمُ الرَّفْعِ

(فتح الباری، ج6، ص 353، دار المعرفۃ۔ بیروت)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ حدیث اہل کتاب سے نہیں لی اور جو صحابی ایسا ہو اور اس کی حدیث میں رائے کا احتمال بھی نہ ہو تو وہ مرفوع کے حکم میں ہے

قریب قریب یہی بات (فتح المغیث، ج1، ص128، شرح التبصرۃ، ج1، ص71) پر بھی موجود ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ اہل کتاب سے لینے کے سخت مخالف تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں:

یامعشر المسلمین کیف تسالون اھل الکتاب عن شیء و کتابکم الذی انزل اللہ علی حبیبکم احدث اخبار باللہ محضا لم یشب و قد حدثکم اللہ ان اھل الکتاب قد بدلوا من کتب اللہ و غیروا فکتبوا بایدھیم الکتب قالوا ھو من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا

(بخاری)

اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کیسے پوچھ سکتے ہو جبکہ تمہارے پاس تو ایسی کتاب موجود ہے جس کو اللہ نے تمہارے حبیب پاک ﷺ پر اتارا جو صرف اللہ تعالی کی باتیں بیان کرتا ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا اور ہاں اللہ تعالی نے تمہیں یہ بات بھی بتلا دی کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں کو تبدیل کر دیا تھا۔ الخ

اور اثر مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ ہی سے مروی ہے اور مدرک بالقیاس بھی

نہیں لہذا یہ حکما مرفوع ہے اور کسی قول بلا دلیل کی بنیاد پر اس صحیح ترین روایت کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

الحمد للہ راقم الحروف نے انتہائی مختصر انداز میں اس اثر پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دے دئے ہیں اگر کوئی اور اعتراض ہو تو وہ بھی پیش کر دیا جائے انشاء اللہ۔ یار زندہ صحبت باقی

نوٹ: یہ تمام اعتراضات ''سہ ماہی سواد اعظم دہلی، ص ۱۱ تا ۱۵، ج ۲ ش ۳'' سے لئے گئے ہیں۔

اثر ابن عباس کی تصحیح کرنے والوں پر رضاخانی فتوے

ماقبل میں تفصیل سے گزر چکا کہ کتنے بڑے بڑے آئمہ نے اس روایت کی تصحیح کی پھر جنہوں نے اس کو روایت کیا ظاہر وہ بھی اس کی تصحیح پر متفق ہیں مگر دوسری طرف رضاخانی فتوے ملاحظہ ہوں:

(۱) تبسیم شاہ بخاری آف اٹک لکھتے ہیں:

''اس اثر کو صحیح ماننے سے جہاں حضور اکرم ﷺ کی مثل اور نظیر ہونے کا عقیدہ پیدا ہوتا ہے وہیں ختم نبوت کے اجماعی عقیدے پر بھی زد پڑتی ہے''۔

(ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص 41)

بریلوی ضیغم اہلسنت حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''ان (مولوی نقی علی خان والد احمد رضاخان بریلوی۔ از ناقل) کی رائے میں اثر ابن عباس کی صحت قبول کرنے کے بعد مولانا محمد احسن منکر خاتم النبیین ٹھرتے تھے''۔

(محاسبہ دیوبندیت، ج2، ص451، تنظیم اہلسنت کراچی)

غلام نصیر الدین سیالوی ابن اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر نانوتوی صاحب ختم زمانی کے قائل تھے تو وہ اثر ابن عباس کی تصحیح وتقویت کیوں کر رہے ہیں''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ج1، ص192)

خلاصہ کلام یہ کہ معاذ اللہ ماقبل میں ذکر کردہ یہ تمام آئمہ ختم نبوت کے منکر تھے تو الزام صرف امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر کیوں؟۔

ہمارے اس مضمون پر
اہل بدعت کے
اعتراضات اور ان کے جوابات

اثر ابن عباسؓ پر اعتراضات کا جائزہ

(حصہ دوم)

راقم الحروف نے ایک رضاخانی مولوی کی کتاب کا جواب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ'' کے نام سے لکھا ہے جو الحمدللہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر کی تقریظات سے مزین ہے اس کتاب میں تحذیر الناس پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے راقم نے ایک مقالہ اثر ابن عباس کی تحقیق پر بھی قلم بند کیا جو بعد میں بھائی نعمانی امین زید مجدہ کے توسط سے ماہنامہ دارالعلوم دیوبند وقف کے رسالہ ''ندائے دارالعلوم دیوبند اکتوبر 2015'' کے شمارے میں پوری آب و تاب کے ساتھ شائع ہوا۔ مارچ 2017 میں کچھ بریلوی حضرات نے پیغام بھیجا کہ آپ کے مضمون کا جواب ہماری طرف سے دیا گیا ایک صاحب نے تو باقاعدہ کہا کہ ہم نے جواب بھیجا ہے آپ کو ملا؟ پھر کچھ دنوں بعد حیدرآباد کے ایک ساتھی نے فون کر کے کہا کہ یہاں کچھ رضاخانی آپ کے مضمون کا جواب لئے پھر رہے ہیں جس پر بندے نے کہا کہ بھیج دیں مگر وہ بھی نہیں ملا، جس پر خود نیٹ کے ذریعہ اس مضمون کو سرچ کروایا تو کسی ڈاکٹر (خواہ مخواہ نام لکھ کر ان کو شہرت دینا نہیں چاہ رہے) چشتی نامی بریلوی نے البرہان نامی رسالہ میں لایعنی اعتراضات کر کے اس بات کا ثبوت ایک دفعہ پھر دیا کہ اعلی حضرت جاہلوں کے پیشوا تھے (تحریک ترک موالات، ص5) بندے کو حیرت ہوئی کہ آخر کس بنیاد پر اس خانہ پری کو بندے کے مضمون کا جواب سمجھا جا رہا ہے؟ اور وہ بھی ایسا مدلل کہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے۔ راقم نے اس کا جواب چند دنوں میں لکھ کر دارالعلوم دیوبند اشاعت کیلئے بھیج دیا اس کے بعد خود چشتی صاحب سے رابطے کا فیصلہ کیا، فون پر موصوف نے جن علمی جہالتوں اور جواب ندارد کی صورت میں جس خانگی تہذیب کا مظاہر کیا وہ نیٹ پر تین حصوں میں موجود ہے۔ بہرحال اسی گفتگو میں جان چھڑاتے ہوئے موصوف نے کہا کہ میں تمہارے جواب میں کتاب لکھ چکا ہوں میں فون پر کوئی بات نہیں کروں گا تم بس تحریری صورت میں جواب دو میں تحریر کا جواب دوں گا اور وہ کتاب حیدرآباد سے شائع ہوئی میرے مضمون کو سامنے نہ رکھیں بلکہ اب اس

کتاب کو سامنے رکھ کر جواب دیں چنانچہ بھائی عمران سے کتاب منگوائی گئی اور مطالعہ کرنے پر اس میں بھی سوائے جہالتوں، اصولِ حدیث سے مصنف کی ناواقفی، دشنام بازی والزام تراشی وغیرہ کے سوا کچھ نہ ملا۔ بہرحال اہل بدعت کی اس خوش فہمی کہ شائد ہمارا یہ مضمون ایسا لاجواب ہے کہ کسی دیوبندی سے اس کا جواب بن نہ پڑے گا کو ختم کرنے کیلئے بندہ ڈاکٹر صاحب کے مضمون کا مختصرا جواب سپرد قلم کر رہا ہے۔ مضمون میں ''**اعتراض**'' سے مراد ڈاکٹر صاحب ہوں گے جن کے اعتراض کا خلاصہ بیان کیا جائے گا (اگر اس بیان میں کوئی غلطی ہوئی تو ڈاکٹر صاحب تنبیہ کا حق رکھتے ہیں) اور ''**جواب**'' سے راقم اپنی معروضات پیش کرے گا۔ فاقول بتوفیق اللہ۔

اعتراض: مضمون نگار نے لکھا کہ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے اور امام ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو صحیح کہا۔ امام حاکم کی تصحیح کے متعلق مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ موضوع اور جعلی حدیثوں تک کی تصحیح کر جاتے ہیں۔۔۔اور پھر آگے موصوف نے امام اہلسنت کے حوالے سے علماء کے اقوال نقل کئے کہ حاکم کی تصحیح کا اعتبار نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ (المقباس، ص7,8)

جواب: مجھے سمجھ نہیں آتی کہ موصوف تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں یا جان بوجھ کر اپنی عوام کو مغالطے میں ڈال رہے ہیں اس لئے کہ بندہ خود امام حاکم کی تصحیح کے حوالے سے یہ اعتراض اور جواب نقل کر چکا تھا کہ:

اعتراض نمبر ا: اس حدیث کی تصحیح امام حاکم نے کی ہے اور حاکم حدیث کی تصحیح میں متساہل ہیں اس لئے اس کی تصحیح کا اعتبار نہیں۔

جواب: درست کہا مگر روایت کی تصحیح میں صرف امام حاکم متفرد نہیں بلکہ امام بیہقی وامام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ جب حاکم کی تصحیح پر ذہبی موافقت کرے تو روایت قابل قبول ہوگی۔

(ندائے دارالعلوم دیوبند، ص22 ذوالحجہ 1436ھ)

اس کے بعد امام حاکم کے حوالے سے اس لمبی چوڑی بحث کا کیا فائدہ؟ جب بندہ خود تسلیم

کررہا ہے کہ امام حاکم تصحیح میں تساہل سے کام لیتے ہیں اس لئے بندہ نے صرف ان کی تصحیح پر اعتماد نہیں کیا بلکہ امام ذہبی کی رائے کو بھی ساتھ میں پیش کر دیا جیسا کہ قدیم سے علماء کا طریق ہے کہ مستدرک کے ساتھ ذہبی کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہیں الا یہ کہ کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو۔امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ کے حوالے سے جو امام حاکم کے متعلق ائمہ کے اقوال نقل کئے ہیں تو اس کی وضاحت خود ان کے فرزند حضرت مولانا عبد القدوس قارن صاحب مدظلہ العالی نے ان الفاظ میں کی:

> ’’مولف موصوف نے مولانا صفدر صاحب کی عبارت کا ادھورا مفہوم بیان کیا ہے اس لئے کہ جہاں امام حاکم کی تصحیح پر اعتراض کیا گیا ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ تصحیح میں اکیلے ہوں اور جب ان کے ساتھ کوئی اور بھی تصحیح کرے تو ان کی تصحیح کا اعتبار ہوتا ہے مولف موصوف نے خود یہ عبارت نقل کی ہے کہ ائمہ فن میں سے دوسروں کی شہادت کے بغیر امام حاکم کی تصحیح کوئی حیثیت نہیں رکھتی اس عبارت کو نقل کرنے کے باوجود ان کا اعتراض حیرانگی کا باعث ہے اس لئے کہ امام حاکم کی تصحیح کا اعتبار نہ کرنا اس صورت میں ہے کہ جب وہ اکیلے ہوں‘‘۔

(اظہار الغرور فی آئینہ تسکین الصدور، ص102)

> ’’حضرات محدثین کرام کے قواعد کے مطابق احسن الکلام میں جو کہا گیا ہے وہ بھی درست ہے اور تسکین الصدور میں جو کہا گیا ہے وہ بھی درست ہے اس لئے کہ امام حاکم اکیلے کی تصحیح کا اعتبار خود غیر مقلدین بھی نہیں کرتے اور غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں ان کے خلاف لکھا گیا کہ مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ حاکم کی تصحیح میں کلام ہے اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ امام حاکم کا تساہل علماء فن کے نزدیک معروف و مشہور ہے اور مولف خیر الکلام حافظ گوندلوی صاحب لکھتے ہیں کہ اسی طرح امام حاکم کی تصحیح بھی قابل تنقید ہے۔اور نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ حاکم کی تصحیح علماء حدیث کے ہاں ائمہ فن میں سے کسی دوسرے

کی شہادت کے بغیر کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔(احسن الکلام ج 2 ص 116) نواب صدیق حسن خانؒ کی عبارت میں وضاحت ہے کہ امام حاکم کے ساتھ جب ائمہ فن میں سے کوئی اور بھی ہو تو اس کی تصحیح کا اعتبار ہے اسی لئے حضرات محدثین کرام امام حاکم اکیلے کی تصحیح کا اعتبار نہیں کرتے اور اکیلے امام ذہبی کی رائے سے بھی اختلاف کرتے ہیں مگر جب امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں اکھٹے کسی روایت کی تصحیح کریں تو اس کا اعتبار ہوتا ہے۔حضرت مولانا صفدر صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام میں امام حاکم کی انفرادی تصحیح اور علامہ ذہبی کی انفرادی تصحیح کو رد کیا ہے جبکہ تسکین الصدور میں دونوں کی مجموعی تصحیح کو نقل کیا ہے اس لئے موصوف کا ان میں سے ہر ایک کی انفرادی تصحیح پر قیاس کر کے اعتراض کرنا قیاس مع الفارق ہے اور حضرات محدثین کرام کے قواعد سے بے خبری کی دلیل ہے ''۔(اظہار الغرور،ص 149)

خان صاحب بریلی امام حاکم کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہیں

کاش کہ موصوف کو اپنے گھر کی بھی کچھ خبر ہوتی ڈاکٹر صاحب کے اعلی حضرت نے امام حاکم کی مستدرک سے کئی احادیث کو لیا اور فقط امام حاکم کی تصحیح پر اعتماد کیا چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:''حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے صحیح کہا ''۔(فتاوی رضویہ، ج 7 ص 86 رضاء فاونڈیشن)

(۲) ''حاکم نے مستدرک میں اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے کہا اس کی سند صالح ہے ''۔(فتاوی رضویہ ج 23،ص 233,234)

(۳) ''حاکم نے مستدرک میں تخریج کر کے فرمایا کہ صحیح بشرط شیخین ہے اور ذہبی نے اسے مقرر رکھا''۔(فتاوی رضویہ، ج 28،ص 449)

(۴) ''حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے''۔ (فتاوی رضویہ، ج 28،ص 475)

(۵) ''اور حاکم نے مستدرک میں اسے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی''۔
(فتاوی رضویہ، ج30، ص389)
(۶) اسی طرح عقیدہ کے موضوع پر لکھی جانے والی کتاب میں حاکم کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''الحاکم و صححہ عن عوف بن مالک''۔(الامن والعلی، ص131)
میرے پیش نظر اس وقت صرف فتاوی رضویہ میں 46 سے زائد مقامات ہیں جہاں ڈاکٹر صاحب کے فاضل بریلی نے امام حاکم کی مستدرک سے روایت کو لیا ہے اور ان کی تصحیح پر بھی اعتماد کیا تو آخر کیا وجہ ہے کہ حاکم کی تصحیح ہمارے لئے تو معتبر نہیں لیکن آپ کے گھر میں آنکھیں بند کر کے اس پر اعتماد کر لیا جاتا ہے یہ لینے کے پاٹ الگ الگ کیوں؟

امام حاکم کی تصحیح کے متعلق ڈاکٹر صاحب کی دورنگی

ہم نے جو روایت پیش کی اس کی تصحیح حاکم و ذہبی دونوں نے کی، مگر ڈاکٹر صاحب اس کو ماننے کو تیار نہیں اب آیئے ذرا ان کی دورنگی بھی ملاحظہ فرمائیں ڈاکٹر صاحب کے اعلی حضرت فاضل بریلوی نے ایک کتاب ''الامن والعلی'' لکھی جس کی تخریج ڈاکٹر صاحب نے کی اس میں فاضل بریلوی امام حاکم کے حوالے سے ایک روایت پیش کرتے ہیں: ''اھل بیتی امان لامتی فاذا ذھب اھل بیتی اتاھم مایوعدون''۔
(الامن والعلی، ص61، اکبر بک سیلز لاہور)
ڈاکٹر صاحب نے اس کی تخریج یوں کی:
''اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۲/۴۸۶/۳۶۷۶''(الامن والعلی ص104، مونال پبلی کیشنز راولپنڈی)
حالانکہ اسی کے متعلق علامہ ذہبی تلخیص میں لکھتے ہیں: ''اظنہ موضوعا و عبید متروک والآفۃ منہ''(المستدرک، ج2 ص486، دار الکتب العلمیہ بیروت)
اسی طرح حضرت انسؓ کی ایک روایت مولانا احمد رضا خان نے پیش کی ڈاکٹر صاحب نے

اس کی تخریج یوں کی: والحاکم فی المستدرک ۱ /۵۴۳ و فی نسخۃ ۱/۷۲۷ (۱۹۹۱) (الامن والعلی ،ص280) راقم کے پاس یہی دوسرا نسخہ ہے اس پر علامہ ذہبی کی تلخیص ہے جس میں اس روایت میں ہیثم بن جماز البکاء پر جرح ان الفاظ میں موجود ہے: ''الھیثم ترکوہ''۔ (المستدرک، ج1،ص 727) لیکن چونکہ معاملہ اپنا ہے اس لئے سب کچھ جائز ہے۔

افسوس کا مقام ہے کہ جس روایت کے موضوع ہونے اور جس راوی کے متروک ہونے کو علامہ ذہبی نقل کریں وہ روایت تو بلا جھجک عقائد میں معتبر اور دیانت وانصاف کا خون کرتے ہوئے علامہ ذہبی کی رائے کو چھپا لیا جائے اور جس کو حاکم و ذہبی دونوں صحیح کہہ دیں اسے ماننے سے انکار کر دیا جائے یہ کہاں کے اصولِ حدیث ہیں؟

امام حاکمؒ کی تصحیح کے متعلق ایک اہم وضاحت

اس تفصیل کے بعد ضرورت تو نہیں کہ ہم اس سلسلے میں کچھ اور عرض کریں لیکن شاید ڈاکٹر صاحب ابھی تک اس غلط فہمی میں ہیں کہ ہم کتب کا مطالعہ نہیں کرتے اس لئے یہاں ایک فائدہ بھی ذکر کردوں ۔راقم کے نزدیک امام حاکم کو تساہل کے حوالے سے حد سے زیادہ بدنام کیا گیا ہے اور علی الاطلاق ان کی تصحیح کو ساقط الاعتبار ٹھرایا گیا ہے لیکن بندہ اس کو تحقیق کی روشنی میں درست نہیں سمجھتا اس لئے کہ اولاً تو امام حاکمؒ نے مستدرک اپنے آخری دور میں لکھی اور انہیں اس پر نظر ثانی کا موقع نہ ملا اور ظاہر ہے کہ بدون نظر ثانی کتب میں اغلاط کا آجانا کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔ ثانیاً اسی مستدرک کے متعلق امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ آدھی کے قریب اس میں علی شرط الشیخین اور کسی ایک کی شرط پر احادیث ہیں باقی اس شرط پر تو نہیں لیکن صحیح اور حسن درجے کی ہیں اور صرف ربع (چوتھائی) حصہ ضعیف یا موضوع احادیث پر مشتمل ہے۔

یہ بات ڈاکٹر صاحب کے امام نواب احمد رضا خان صاحب نے بھی ان الفاظ میں ذکر کی:

''انصاف یہ ہے کہ مستدرک میں اکثر احادیث ان دونوں بزرگوں

(بخاری و مسلم) یا ان میں سے کسی ایک کے شرائط پر ہیں بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ تقریباً نصف کتاب اس قبیل سے ہے اور تقریبا اس کا چوتھائی ایسا ہے کہ بظاہر ان کی اسناد صحیح ہیں لیکن ان دونوں (بخاری و مسلم) کی شرائط پر نہیں اور باقی چوتھائی واہیات اور مناکیر بلکہ بعض موضوعات بھی ہیں اس لئے میں نے اس کے خلاصہ جو کہ تلخیص ذہبی سے مشہور ہے اس بارے میں خبردار کیا ہے''۔

(فتاوی رضویہ جدید، ج5ص545)

اور مزید فرماتے ہیں: ''بلاشبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلی درجہ کی صحاح وحسان ہیں''۔(فتاوی رضویہ جدید، ج5ص545)

علامہ ابن الصلاح حاکمؒ کی تصحیح کے متعلق فرماتے ہیں کہ جن احادیث کی تصحیح امام حاکم نے کی اور کسی اور امام فن کا نقد اس حدیث پر موجود نہیں تو اسکا درجہ کم سے کم حدیث حسن تک ہے۔ جب کہ جمہور جس میں علامہ بدرالدین ابن جماعہ پیش پیش ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابن صلاح کا یہ قول تحکم ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ ان کی حدیث پر اگر کوئی نقد نہ ہو تو اس کو علی حالہ رکھا جائے گا یعنی اگر امام حاکم نے تصحیح کی تو صحیح مانیں گے، حسن کا حکم لگایا تو حسن سمجھا جائے گا اور ضعف کا حکم لگایا تو حدیث کو ضعیف سمجھا جائے اسی کو علماء حدیث نے ''صواب'' لکھا ہے۔ اور علامہ ابن صلاحؒ کے قول کی توجیہ علماء نے یہ لکھی کہ چونکہ ابن صلاح متقدمین کے علاوہ کسی اور کو حدیث پر ''صحیح'' کا حکم لگانے کا روادار نہیں سمجھتے اس لئے انہوں نے امام حاکمؒ کے متعلق بھی یہ کہہ دیا لیکن ظاہر ہے کہ یہ ان کا اپنا ایک نظریہ ہے۔اب اس پر حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

و قد اختلف فی حکم ما انفرد الحاکم بتصحیحه فقال ابن الصلاح الاولی ان نتوسط فی امره فنقول ما حکم بتصحیحه و لم نجد ذلک فیه لغیره من الائمة ان لم یکن من قبیل الحسن یحتج به و یعمل به الا ان تظهر فیه علة توجب ضعفه و یقاربه فی حکمه صحیح ابی حاتم بن حبان البستی و ظاهر هذا الکلام ان ما انفرد بتصحیحه و لم یکن لغیره فیه حکم

ان يـجـعل دائرا بين الصحيح والحسن احتياطا و قد ظن بعضهم ان كلامه دل على انه يحكم عليه بالحسن فقط فنسب اليه التحكم فى هذا الحكم . و قـال كثيـر مـن الـمـحـدثيـن ان مـا انـفـرد الحاكم بتصحيحه يبحث عنه ويـحـكـم عـنـه و يـحـكـم عـليـه بما يقتضى به حاله من الصحة والحسن والـضـعف . والـذى حـمـل ابن الصلاح على ما قال هو ما ذهب اليه من ان امر التصحيح قد انقطع و لم يبق له اهل والصحيح انه لم ينقطع و انه سائغ لمن كملت عنده ادواته و كان قادرا عليه ".

(توجيه النظر الى اصول الاثر ، ج1ص344)

و قـال السـخـاوى :(والـحـق) كـمـا ارشد اليه البدر بن جماعه (ان) يتتبع الـكـتـاب و يـكـشف عـن احاديثه (و يحكم)بسكون الميم لغة اى تقتضى على كل منهما (بما يليق)به من الصحة والحسن والضعف

(فتح المغيث ، ج1ص36)

و قـال الـعـراقـى:و قـد تـعـقـبـه بـعض من اختصر كلامه وهو مولانا قاضى الـقـضـاة بدر الدين بن جماعة فقال انه يتتبع و يحكم عليه بما يليق بحاله من الحسن والصحة والضعف و هذا هو الصواب

(التنقيد الايضاح ص30)

و قـال الـزكشـى :ومـا ذكـره مـن الـحكم بالحسن عند التفرد مردود بل الـصـواب ان مـاانـفـرد بتـصـحـيـحه فيتبع بالكشف عنه و يحكم عليه بما يـقـتـضـى حـالـه من الصحة اوالحسن اوالضعف على ذالک عمل الائمة الـمـتـاخـريـن و نـمـا الجاء ابن الصلاح الى ذالک اعتقاده انه ليس لاحد التصحيح فى هذه الاعصار

(النكت على مقدمة ابن الصلاح ، ج1،ص223)

قـال الـذهبـى و هـذا اسـراف و غـلـو الـمـالينى والا ففيه جملة وافرة على شـرطهـمـا و جـمـلة كثيـرة على شرط احدهما لعل مجموع ذالک نحو

نصف الکتاب و فیه نحو الربع مما صح سنده و فیه بعض الشیء او له علة وما بقی وهو نحو الربع فهو مناکیر او واهیات لا تصح و فی بعض ذالک موضوعات

(تدریب الراوی ، ج1،ص105،توجیه النظر ج1،ص340)

و قال ایضا:وانما وقع للحاکم التساهل لانه سو د الکتاب لینقحه فاعجلته المنیة (تدریب الراوی ، ج1،ص105)

خلاصہ کلام: یہ نکلا کہ اگر حاکم کی تصحیح پر کوئی نقد نہ ہوتو ان کی تصحیح معتبر سمجھی جائے گی خود علماء نے حاکم کے تساہل کوتسلیم کرنے کے باوجودان کی مستدرک سے کئی مقامات پراحادیث کولیا اوران کی تصحیح کا اعتبار کیا میں صرف ایک مثال دیتا چلوں امام زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں تفصیل کے ساتھ امام حاکم کے تساہل کو بیان کیا لیکن آپ نصب الرایہ کا مطالعہ کرلیں جگہ جگہ آپ کوامام حاکم کی مستدرک اوران کی تصحیح پر اعتماد مل جائے گا علماء کا یہ طرز اس بات کا اظہار ہے کہ امام حاکم کی تصحیح پر اگرکوئی نقد مستند نہ ہوتو ان کی تصحیح معتبر ہے۔اب ہم ڈاکٹر صاحب کودعوت دیتے ہیں کہ امام حاکم کی مستدرک سے جن دوسندوں کے ساتھ ہم نے اثر ابن عباسؓ کو بیان کیااس پرکوئی اعتراض کر کے دکھاؤ **فهل من مبارز**۔نیز یہاں ایک اور سوال بھی کرتا چلوں کہ تساہل کاالزام توامام ترمذیؒ وابن حبانؒ پربھی لگا ہے تو کیا اب ان کی کتب ورِوایت کردہ احادیث کوبھی یک جنبش قلم ساقط الاعتبار کہا جائے گا یاان کیلئے کوئی اور اصول ہے؟

اعتــراض : ذہبی کی تلخیص میں تصحیح کا بھی کوئی فائدہ نہیں کیونکہ کئی مقامات پرذہبی نے حاکم کی روایت کی تصحیح کی مگراپنی دوسری کتابوں میں راوی پرجرح کی یا حدیث کاحکم کچھ اور بیان کیا۔(المقباس،ص8تا13)

جــواب: قارئین کرام!غورفرمائیں کہ مسلکی تعصب میں کس طرح غیر مقلدین کی طرح آئمہ کے اقوال اورتحقیقات کو یک جنبش قلم ساقط اعتبار کیا جارہاہے ہم نے کب کہا کہ کسی محدث سے کوئی غلطی نہیں ہوسکتی اور جرح وتعدیل میں کسی ایک محدث کا قول پتھر کی لکیر

ہے؟ یہ تو آپ کا مسلک ہے کہ اپنے امام کو نکتہ برابر خطا سے بھی مبرا و معصوم مانتے ہیں۔ بالفرض آئمہ جرح و تعدیل میں کسی امام سے کسی کے متعلق مختلف اقوال مل جائیں تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ اب سرے سے اس کی رائے ہی کا کوئی اعتبار نہیں؟ اور پھر کیا محدث عصر صاحب کو علم نہیں کہ جرح اور توثیق ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں؟ خود ڈاکٹر صاحب سے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ آئمہ فن رجال میں آپ کسی امام کا نام بتائیں جس کی ہر قسم کی جرح یا تعدیل پر آپ کو مکمل اعتماد ہے اور محض اسی کی ذات کو آپ اس باب میں حجت مانتے ہیں تو کیا اب ہم ان سب کو ماننے سے انکار کر دیں کہ نہیں چونکہ فلاں جگہ غلطی ہوئی تھی کیونکہ فلاں جگہ ایک قول تھا یہاں دوسرا اب اس کے کسی قول کا اعتبار نہیں۔

امام ذہبیؒ کے بارے میں ملا علی قاریؒ و سیوطیؒ یوں رطب اللسان ہے:

''**(قال الذهبى وهو)اى الذهبى (من اهل الاسقراء التام)اى التتبع الكامل (فى نقد الرجال) اى خصوصا**(شرح نخبة الفكر للقارى)

یعنی امام ذہبی کو رجال کے پرکھنے میں استقراء تام (ملکہ کاملہ) حاصل تھا۔ لیکن موصوف کہتے ہیں نہیں ان کا کیا اعتبار ہے؟۔ جس کے بارے میں ابن حجرؒ جیسا آدمی کہتا ہے کہ میں نے زم زم کا پانی اس لئے پیا تا کہ میں امام ذہبیؒ کے مقام تک پہنچ جاؤں جس کا لقب ہی محدث، خاتمۃ الحفاظ ہے۔ جس کے بارے میں آپ کے مسلک کا شیخ الحدیث مولانا صدیق ہزاروی لکھتا ہے:

> ''امام الوجود حفظا، شیخ الجرح والتعدیل اور رجل الرجال فی کل سبیل'' کے القاب سے ملقب ہوئے''۔

(کتاب الکبائر، ص 14، فرید بک سٹال لاہور)

اللہ کے بندے حاکم کی مستدرک پر ذہبی کی تصحیح پر شروع سے علماء اعتماد کرتے ہوئے چلے آ رہے ہیں الا یہ کہ اس کی تصحیح کے خلاف کوئی نقد مستند موجود ہے۔ علماء دیوبند کے بغض و تعصب نے آپ کو اتنا اندھا کر دیا کہ آپ مسلمہ اصول بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''اس وجہ سے علماء حدیث نے بیان کر دیا ہے کہ حاکم کی مستدرک پر تلخیص ذہبی کے دیکھے بغیر اعتماد نہ کرنا چاہئے''۔

(بستان المحد ثین، ص72)

نواب احمد رضا خان صاحب شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ولہذا علمائے حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد نباید کرد مگر از دیدن تلخیص ذہبی ......اسی لئے محدثین نے یہ ضابطہ مقرر کر دیا ہے کہ مستدرک حاکم پر ذہبی کی تلخیص دیکھنے کے بعد اعتماد کیا جائے گا''۔

(فتاوی رضویہ، ج5،ص546)

محدث کبیر شیخ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ مستدرک پر ذہبی کی تصحیح نے ہمیں تحقیق سے مستغنی کر دیا پس جس کو وہ صحیح کہہ دیں صحیح ہوگی اور جس پر سکوت کریں تو کم سے کم حسن درجے کی ہوگی اور میں نے علامہ عزیزی کا یہ طرز دیکھا کہ وہ جامع صغیر کی شرح میں کئی جگہ مستدرک پر ذہبی کی تصحیح کا اعتماد کرتے ہیں۔

(قواعد فی علوم الحدیث ،ص71)

اور یہ صرف علامہ عزیزی ہی کا نہیں دیگر بھی کئی علماء کا طرز ہے علامہ طاہر پٹنی نے کئی جگہ اپنی موضوعات میں ذہبی کی تقریر پر اعتماد کیا مثلا میت کے غسل وکفن کی فضیلت کے متعلق ایک روایت پر اپنی رائے یوں دیتے ہیں:''**قلت صححه الحاکم علی شرط المسلم و اقره الذهبی**''۔(تذکرۃ الموضوعات ،ص219)

امام زیلعیؒ کا بھی یہی طرز ہے مثلا ایک حوالہ ملاحظہ ہو:

''**و قال صحیح الاسناد ولم یخرجاه انتهی و اقره الذهبی علیه**''۔

(نصب الرایہ ،ج4ص385 کتاب الاکراہ)

علامہ سیوطیؒ متوفی 911ھ کا ذہبی کی تلخیص پر مکمل اعتماد

علامہ سیوطیؒ جسے فریق مخالف ہمارا مخالف ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے وہ واشگاف الفاظ میں ابن حجرؒ کے اس فرمان کہ حاکم نے مستدرک میں تساہل سے کام لیا ہے اس لئے

حدیث کی تصحیح میں ان کی تقلید نہ کرے کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مستدرک حاکم پر ذہبی کی تلخیص نے تو ہمیں تحقیق مزید سے مستغنی کردیا انہوں جس حدیث پر کوئی کلام نہیں کیا اسے برقرار رکھا اور جس پر کوئی کلام تھا تو اس پر حاکم کا تعقب بھی کیا۔اور جوزی کی موضوعات پر چونکہ ایسا کوئی کام نہیں ہوا تھا اس لئے میں نے یہ کتاب لکھی۔

قال السیوطیؒ :"و قد اعتنی الحافظ ذھبی بالمستدرک فاختصرہ معلقا اسانیدہ و اقرہ علی ما لا کلام فیہ و تعقب ما فیہ الکلام"۔

(النکت البدیعات علی الموضوعات ،ص 23،دارمکۃ المکرمہ للنشر والتوضیع ،و ص2مطبع محمدی لاھور)

محدث عصر صاحب! جوطرز آپ نے اختیار کیا ذہبی کی رائے کو ساقط کرنے کیلئے اس اصول پر تو امام بخاریؒ کی بخاری کی احادیث کو بھی ساقط الاعتبار قرار دیا جا سکتا ہے مثلاابی بن العباس بن سھل بن سعد الانصاری السعدی کے متعلق ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ "**لیس بالقوی**" لیکن اس کے باوجود بھی بخاری میں ان سے روایت لی ہے۔(تھذیب التھذیب ج1ص163) ایک اور راوی ہیں ابو بن صالح بن عائذ الکوفی بخاری ومسلم کا راوی ہے اس کو خود امام بخاری نے ارجاء کی وجہ سے ضعفاء میں شمار کیا مگر اس کے باوجود بخاری میں ان سے روایت لی امام بخاری کے اس رویہ پر خود امام ذہبی بھی انگشت بدنداں ہیں اور فرماتے ہیں:

"**قالہ البخاری و اوردہ فی الضعفاء لارجائہ والعجب من البخاری یغمزہ و قد احتج بہ**"۔ (میزان الاعتدال ،ج1ص289)

اس وقت صرف دومثالیں پیش کی ہیں اب فرمائیں ان کے متعلق کیا حکم صادر فرمائیں گے جو جواب موصوف ان کا دیں وہی جواب ہماری طرف سے قبول فرمالیں۔

اعتــــراض: پس واضح ہوگیا کہ امام ذہبیؒ سے مستدرک کی تلخیص میں بعض مقامات پر تساہل ہوا ہے۔(المقباس،ص12)

جــــواب: اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ہر جگہ تساہل ہوا ہے اور اب ان کی تصحیح کسی

صورت معتبر نہیں؟

اعتراض : مگر اس اثر کے بارے میں امام ذہبیؒ خود اپنی ایک دوسری کتاب میں فرماتے ہیں: اور اس کو عطاء بن سائب نے زیادت کے ساتھ تفصیلا بھی روایت کیا ہے سوائے اس کہ ہم اس پر اصلا اعتقاد نہیں رکھتے اور شریک اور عطاء ان دونوں میں کمزوری ہے مگر یہ نہیں کہ ان کی حدیث کو رد کر دیا جائے اور یہ بات سننے والے کیلئے حیران کن ہے میں نے اس کو دوران گفتگو صرف تعجب کیلئے لکھا ہے اور یہ اس قبیل سے ہے کہ تو سن اور چپ رہ۔ کیوں جناب! امام ذہبی تو اس کو سن کر چپ رہنے کا کہہ رہے ہیں مگر ساجد خان اور مولانا نانوتوی صاحب ہیں کہ ایک نئی تحقیق پیش کرنے کے درپے ہیں جس سے بقول ان کے اپنوں کے قرآن کی بھی مخالفت ہو رہی ہے۔ (المقباس، ص12,13)

جواب: راقم الحروف اس کے ''چھ'' جوابات نقل کرے گا ایک تحقیقی و اصولی جبکہ باقی جدلی و الزامی۔ دراصل موصوف ہمیں تو طعنہ دیتے ہیں کہ ہمیں کتب کی خبر نہیں مگر خود نہ معلوم موصوف کس دنیا میں رہتے ہیں؟۔ بات دراصل یہ ہے کہ امام ذہبیؒ نے یہ کتاب اپنے اوائل عمری یعنی 698ھ میں لکھی جس کی وضاحت خود امام ذہبیؒ نے مقدمہ العلو میں کی اور امام کی تاریخ پیدائش 673ھ ہے یعنی صرف 25 سال کی عمر میں اس کتاب کو تالیف کیا اور اس وقت وہ علامہ ابن تیمیہؒ سے بھی کافی متاثر تھے اسی سبب سے یہ کتاب خاص طور پر اللہ تعالی کیلئے جہت علو کے اثبات میں لکھی لیکن جیسے جیسے ان پر علم و حقائق کے دروازے روشن ہوئے وہ اپنی سابقہ بعض آراء سے رجوع کرتے گئے انہی میں سے یہ کتاب بھی ہے جس سے بعد میں خود امام ذہبیؒ نے رجوع کر لیا تھا اور یہ رجوع کتاب کو نقل کرنے والے حضرت ابن ناصر الدین دمشقیؒ متوفی 842ھ نے نقل کیا جو انہوں نے مخطوطے کے غلاف پر پایا تھا اس رجوع کا اصل عکس ''العلو لعلی الغفار مطبوعه دارالامام الرواس بيروت بتحقيق حسن بن علی السقاف'' کے صفحہ 4 پر موجود ہے۔ اسی طرح یہ رجوع نامہ ''عبداللہ بن صالح البراک کی تحقیق سے جو نسخہ شائع ہوا اس کے مقدمہ کے ص148'' پر

بھی موجود ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے پاس جو نسخہ ہے وہ مکتبۃ اضواء السلف الریاض'' کا چھپا ہوا ہے جو ابو محمد اشرف بن عبدالمقصود کی تحقیق سے شائع ہوا موصوف چونکہ خود غیر مقلدانہ عقائد کے حامل ہیں اور یہ کتاب ان کے عقیدہ کی موید ہے اس لئے انہوں نے اس رجوع کو نقل نہیں کیا۔

دوسرا جواب: اس کتاب میں کافی جگہ تحریفات بھی ہوئی ہیں جیسا کہ دونوں محققین نے اس کو اپنے مقدمۃ التحقیق میں نقل کیا۔اور جس کتاب میں تحریف کا امکان ہو وہ رضا خانی مذہب میں قابل اعتماد نہیں رہتی۔

(حنیف قریشی کتاب گستاخ کون، ص145 تا153 مطبوعہ پنڈی)

تیسرا جواب: یہ کتاب امام ذہبیؒ کی ابتدائی دور کی ہے یہ کہاں ضروری ہے کہ جو مسئلہ کسی وقت سمجھ نہ آئے وہ بعد میں بھی سمجھ نہ آیا ہوگا؟۔

چوتھا جواب: امام ذہبیؒ کا یہ قول عوام کیلئے ہے کہ وہ اس باب میں دخل نہ دیں عوام کیلئے اس حدیث کے غوامض سمجھنا بہت مشکل ہے جیسا کہ فرقہ رضائیہ نے اپنی کم علمی کی بنیاد پر آسمان سر پر اٹھالیا اسی لئے حضرت حجۃ الاسلامؒ کو توضیح کیلئے قلم اٹھانا پڑا ہمارا بھی عوام کیلئے وہی موقف ہے جو امام ذہبیؒ کا ہے۔

پانچواں جواب: اس کتاب میں امام ذہبیؒ نے اللہ تعالی کیلئے جہت علو کو ثابت کیا جیسا کہ کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کیا ڈاکٹر صاحب ان کے اس موقف سے متفق ہیں جب پوری کتاب سے متفق نہیں تو کتاب کی ایک لائن سے کس اصول پر اتفاق؟

چھٹا جواب: ہم نے امام ذہبی کا قول روایت کی تصحیح میں پیش کیا تھا روایت کی درایت میں نہیں۔موصوف نے اپنی کتاب میں امام ذہبی کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے اور مضمون میں بھی جگہ جگہ ان کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھا مگر یہی امام ذہبی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

''ابن تیمیہ الشیخ الامام العلامۃ المفتی المفسر الخطیب الباری عالم حران''۔(سیر اعلام النبلاء، ج22ص288)

''ابن تیمیہ الشیخ الامام العلامۃ الحافظ الناقد الفقیہ المجتہد المفسر

البارع شیخ الاسلام علم الزهاد نادرة العصر تقی الدین ...احد الاعلام ''
(تذکرۃ الحفاظ ، ج4ص192)

کیوں جناب! آپ کے ہاں تو ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہنا ہی کفر ہے اور یہ شخص گمراہ بے دین ہے مگر آپ کے ممدوح علامہ ذہبیؒ ان کے بارے میں کیا فرمارہے ہیں بار بار پڑھیں۔ باقی آپ نے جو یہ الزام لگایا کہ ساجد خان ایک نئی تحقیق پیش کررہے ہیں یہ بھی شائد بریلوی تعلیمات کا اثر ہے اگر آپ میں جرات و ہمت ہے تو باحوالہ میرا مضمون پیش کریں کہ جس میں میں نے کوئی نئی تحقیق پیش کی ہو باقی امام نانوتویؒ نے بھی کوئی نئی تحقیق پیش نہیں کی اس پر بیسیوں کتب میں آپ کو منہ توڑ جواب دیا جاچکا ہے۔

اعتراض: قارئین کرام! مضمون نگار خان صاحب کی بددیانتی کہیں یا کم علمی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسناد ھذا عن ابن عباس رضی اللہ عنھما صحیح یہ سند ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے صحیح ہے خان صاحب لکھتے ہیں ہے کہ یہ روایت صحیح ہے جس شخص کی علمی قابلیت کا عالم یہ ہے کہ سند اور روایت کے فرق سے واقف نہیں دوسروں کو علمی بے مائیگی کا طعن کرے الخ۔ (المقباس،ص 14)

جواب: الحمدللہ مضمون نگار نہ تو بریلی کے خان صاحب کی طرح بددیانت ہے نہ کسی نام نہاد ڈاکٹر کی طرح کم علم مسئلہ یہ ہے کہ

آنکھیں اگر بند ہوں تو دن بھی رات ہے
نہ مانی ہو بات تو بہانے ہزار ہیں

جب بندے نے خود اپنے مضمون میں اس بات کی وضاحت کردی تھی کہ:

اعتراض نمبر ٦: سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ یہ ممکن ہے کہ کسی روایت کی سند صحیح ہو مگر متن میں کوئی علت قادحہ ہو۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اعتراض تو ہر حدیث پر ہوسکتا ہے چنانچہ جس نے کسی حدیث کا انکار کرنا ہو کہہ دے کہ سند تو ٹھیک ہے مگر سند کے درست ہونے سے متن کا درست ہونا لازم نہیں آتا۔ پھر یہ اعتراض بھی قلت فہم کی وجہ سے ہے اس لئے کہ محدثین میں سے

جب کوئی کسی روایت کو نقل کرے اور اس کے متعلق ''صحیح الاسناد'' کہے تو یہ اس کے متنا وسندا صحیح ہونے کی دلیل ہے اور آئمہ نے اثر ابن عباس کو روایت کرتے ہوئے اس پر صحیح کا حکم لگایا اور کوئی علۃ قادحہ بیان نہیں کی امام بیہقی نے اگرچہ شاذ کہا مگر وہ اثر کی صحت کیلئے قادح نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔ نقل کردہ اصول پر دلائل ملاحظہ ہو:

غَیْرَ أَنَّ الْمُصنِّفَ الْمُعْتَمَدَ فِیهِمْ اِذَا اقْتَصَرَ عَلَی قَوْلِهِ : اَنَّهُ صَحِیْحُ الْإِسْنَادِ وَ لَمْ یَذْکُرْ لَهُ عِلَّةً لَمْ یَقْدَحْ فِیْهِ فَالظَّاهِرُ مِنْهُ الْحُکْمُ بِأَنَّهُ صَحِیْح'' فِیْ نَفْسِهٖ لِأَنَّ عَدَمِ الْعِلَّةِ وَالْقَادِحِ هُوُ الْأَصْلُ .

(الرفع والتكميل،ص 83، 84،المرصد الرابع، مكتبة ابن تيمية،مقدمة ابن صلاح ،ص 43۔فتح المغيث، ج1،ص 88،المكتبة السلفية)

و قال العراقی:و کذالک ان اقتصر علی قوله حسن الاسناد و لم یعقبه بضعف فهو ایضا محکوم له بالحسن۔

(شرح التبصرة والتذكرة،ص 56)

(ندائے دارالعلوم دیو بند،ص 27,28)

تو پھر اس اعتراض کو اٹھانا چہ معنی وارد؟ بندے کے نزدیک سند کا صحیح ہونا ہی روایت کا صحیح ہونا ہے الا یہ کہ کوئی قرینہ صارفہ ہو اور وہ یہاں ندارد افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے بات سمجھنے کا سلیقہ نہیں اور بنے پھرتے ہیں محقق۔

اعتراض : امام بیہقی خائن وجھوٹا ہے دیو بندی حبیب اللہ ڈیروی نے لکھا تو جھوٹے کی تصحیح کیسے معتبر ملخصا۔(المقباس،ص 15,16)

جواب: اہل علم غور فرمائیں کہ یہ کونسے اصولوں سے حدیث کو رد کیا جا رہا ہے؟ اگر مولانا حبیب اللہ ڈیرویؒ نے ایسا لکھا ہے تو ہم اسے درست نہیں سمجھتے ہیں امام بیہقیؒ کے بارے میں ان تاثرات سے ہم متفق نہیں بعض اوقات علمی مباحث کے دوران اس طرح کے جملوں کا تبادلہ ہو جانا کچھ بعید بھی نہیں۔ ذرا اپنے گھر کی خبر لیں محمد بن اسحٰق کے بارے میں آپ کے مذہب کے سلطان المناظرین نے لکھا:

''تمام محدثین نے مانا ہے جس کو یحیی بن قطان چھوڑ دیں گے ہم بھی اس کو

چھوڑ دیں گے اور یحیی بن قطان نے محمد بن اسحٰق کے بارے میں لکھا ہے:
اشهد ان محمد بن اسحق كذاب اور میزان الاعتدال اور مالک نے اس کو دجال کہا ہے اور سلیمان تیمی نے کذاب اور علامہ بدرالدین عینی نے اس کو مدلس لکھا ہے اور امام نووی نے لکھا ہے **ليس فيه الا التدليس** دیکھو بناء جلد اول ص 711 اور اسی صفحہ میں لکھتا ہے کہ جب مدلس عن سے روایت کرے تو وہ روایت قابل تسلیم نہیں ہوا کرتی: **وهو الذى قلنا مدلس اذا قال عن فلان لا يحتج بحديثه عند جميع المحدثين مع انه قد كذبه مالک و ضعفه احمد و قال لايصح الحديث عنه** ......الخ یعنی ہم کہتے ہیں کہ جب مدلس عن فلان کہے تو حدیث اس کی حجت نہ ہوگی نزدیک تمام محدثین کے اور امام مالک نے محمد بن اسحٰق کو کذاب کہا ہے اور امام احمد نے ضعیف کہا ہے اس سے حدیث بیان کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور کہا ابوزرعہ نے اس کا اعتبار کسی شے میں نہیں کیا جا سکتا۔

(انوار شریعت، ج2 ص49)

مگر نواب احمد رضا خان صاحب انہی محمد بن اسحٰق کے بارے میں لکھتے ہیں:
''محمد بن اسحٰق تابعی ثقہ''۔ (الامن والعلی، ص222)

کیوں جناب! آپ کے مذہب میں ''تابعی ثقہ دجال و کذاب'' ہوتا ہے؟ معاذ اللہ جو جواب آپ اس کا دیں وہی جواب امام بیہقی والے حوالے پر ہمارے علماء کی کتب کے حاشیہ پر آپ ہماری طرف سے لکھ لیں ما کان جوابکم فھو جوابنا۔

اعتراض: اس کے بعد موصوف نے صفحہ نمبر 16 سے 31 تک ہمیں خوب صلواتیں سنائی ہیں کہ بہت سے علماء نے ''شاذ بمرہ'' لکھا اور ابن کثیر نے اس کو اسرائیلیات میں شمار کیا جسے ساجد خان نے نقل نہیں کیا ملخصاً۔

جواب: مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جن باتوں کا جواب میں اپنے مضمون میں دے چکا ہوں ان کا جواب الجواب دئے بغیر پھر اسی اعتراض کو دہرانا آخر انصاف و دیانت کے کونسے اصول ہیں؟ میں اپنے سابقہ مضمون میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھ چکا ہوں کہ یہاں

''شاذ'' تصحیح کے خلاف نہیں جب تصحیح کے خلاف نہیں تو شاذ کا نقل کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہیں کیونکہ نقل کرنا تصحیح میں کوئی اضافہ نہیں کرتا اور نہ نقل کرنا تصحیح میں کوئی فرق نہیں لاتا موصوف کے پاس چونکہ اس کا کوئی جواب نہیں تھا لہذا اپنے قارئین کو مطمئن کرنے کیلئے اسی اعتراض کو دوبارہ دہرادیا کہ دیکھو میں نے ساجد خان کی چوری پکڑ کر کمال کردیا تف ہے ایسی تحقیق پر اور ابن کثیرؒ کا اس کو اسرائیلیات میں شمار کرنے کا منہ توڑ جواب بھی میں اپنے مضمون میں دے چکا ہوں جس کا کوئی جواب موصوف نے نہیں دیا۔

اعتراض: ایک حنفی بزرگ شمس الدین الرومی احمد بن اسمعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الشافعی ثم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 893ھ لکھتے ہیں کہ: یہ روایت مخالف اجماع (امت) اور صریح آیات مبارکہ کے۔ (الکوثر الجاری، ج6 ص86)

(المقباس، ص23)

جواب اول: یہ ان کا اپنا نظریہ ہے ہم اس سے متفق نہیں آٹھویں صدی ہجری کا کوئی عالم اگر کسی حدیث کے بارے میں کہہ دے کہ اجماع کے مخالف ہے تو اس سے حدیث کی صحت پر کیسے اثر پڑ سکتا ہے؟ موصوف نے خود انہیں سابقہ شافعی لکھا جب یہ شافعی تھے تو ان کے پورے مسلک سے ان کو اختلاف تھا تو آج اگر ہم ان کی ایک بات کو نہ مانیں تو ان شاء اللہ ہماری حنفیت پر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ یہی بزرگ حنفی عالم نبی کریم ﷺ کی حدیث **مالمسؤل عنها باعلم من السائل** کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح سوال کرنے والے جبریل علیہ السلام کو وقت وقوع قیامت کا علم نہیں جس سے پوچھا جا رہا ہے اس کو بھی علم نہیں جبکہ آپ کے حکیم الامت کے نزدیک اس کا معنی ہے کہ دونوں علم میں برابر ہیں یعنی دونوں کو علم ہے۔

"واما عرفا فيدل على عدم المساواة و هذا هو المراد من الحديث اى لا علم للمسؤل عنها كما لا علم للسائل".

(الكوثر الجارى الى رياض الاحاديث البخارى، ج 1، ص124، دار الاحياء التراث العربى)

MKD Ansari

اسی طرح فرماتے ہیں کہ مفاتیح خمس پر تو اللہ نے کسی کو مطلع نہیں کیا اس کے علاوہ دیگر غیوب پر جس رسول ولی کو چاہے مطلع کر دیتا ہے۔

"الجواب ان هذه الخمس مما استاثر الله بها لايطلع عليها احدا بخلاف غيرها فانه يطلع عليها من شاء من الرسل والانبياء"

(الکوثر الجاری، ج1ص126)

علامہ کورانی حنفیؒ اہل بدعت کے فتووں کی زد میں

نیز علامہ کورانیؒ نبی کریم ﷺ کی حدیث: "**ان الله قد غفرلک ما تقدم من ذنبک و ماتاخر**" میں یہاں "**ذنبک**" کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کر کے اس کا معنی "خلاف اولیٰ" سے کرتے ہیں۔

فان قلت : لم يكن له ذنب حتى يغفر ؟قلت هذه العبارة ماخوذة من كلام الله تعالى فيؤول بارتكابه خلاف الاولى بعض الاحيان "۔

(الکوثر الجاری، ج1، ص73)

اگر تو اعتراض کرے کہ نبی کریم ﷺ کا تو کوئی گناہ ہی نہیں کہ جس کی مغفرت کی جائے تو میں اس کا جواب میں کہتا ہوں کہ حدیث کی یہ عبارت اللہ تعالی کے کلام سے ماخوذ ہے (**ليغفرلک الله ما تقدم من ذنبک وماتاخر** فتح) پس اس کی تاویل بعض مواقع پر **خلاف اولی** کے ارتکاب سے کی جائے گی۔

اب ملاحظہ فرمائیں کہ محدث عصر صاحب کے ہم مسلک کرنل محمد انور مدنی نے بفیضان نظر شیر اہلسنت عنایت اللہ سانگلہ ہل پوری ایک کتاب "خلاف اولی کے رد میں" کے نام سے لکھی اور ذنب کا معنی خلاف اولی کرنے کو گستاخی کہا۔ اسی طرح محدث عصر کے ہم مسلک عالم ربانی، عارف یزدانی محقق لاثانی حضرت علامہ مولانا غلام مہر علی لکھتے ہیں:

> "شاہان علم وفضل مفسرین قرآن وشارحین حدیث خادمین دین مبین ولی اللہ شیخ الہند حکیم الامت امام ربانی مفتیان شریعت علامے استاذ الاساتذہ ڈاکٹر وصاحبزادگان کے لباس میں ذیاب فی ثیاب بہروپئے علماء حضور فخر عصمت جمیع المعصومین ﷺ کی عصمت پر اپنے علم وفضل کی توپوں میں گناہ

،خطاء، **خلاف اولی** ،ترک افضل ، **بظاہر خلاف اولیٰ** ،حسنات الابرار سیئات المقربین اورادنی بمنصبہ الجلیل خطاء اجتہادی ،ماھوادنی فی نظر العالی کے گولے لوڈ کر کے عصت نبی پر گولہ باری کرتے نظر آئیں گے''۔

(عصمۃ النبی ﷺ ،ص5،اشاعت اول 1999)

اسی طرح ص6 پر'' خلاف اولی'' کے الفاظ کو'' گندے''،'' مسلمان تو کیا یہودی وعیسائی بھی اپنے نبی کیلئے ایسے الفاظ استعمال نہیں کرسکتا ایسی بے حیائی دشمن رسول ﷺ راجپال کرسکتا ہے'' کے الفاظ موجود ہیں۔مزید لکھتے ہیں:

''سب سے اعلی واولی ہمارا نبی ہر مومن کا مسلم عقیدہ ہے لہذا آپ ﷺ سے **خلاف اولیٰ** نہیں ہوسکتا ورنہ آپ اولیٰ نہ رہیں گے اور آپ کو اولیٰ نہ ماننا انکار نص قطعی وکفر ہے......لہذا آپ کیلئے ترک اولی یا **خلاف اولیٰ** یا **بظاہر خلاف اولیٰ** ماننا سلب الشیءعن نفسہ کہ اولیٰ سے خلاف اولیٰ ہوگیا لازم آئے گا جو کہ مستلزم کفر ہے''۔

(عصمۃ النبی ﷺ ،ص12)

مزید لکھتے ہیں:

''خلاف اولیٰ منافقین کا فعل ہے اور باعث غضب الٰہی ہے تو محبوب رب العالمین ﷺ کے لئے باعث ناراضگی وغضب رب وفعل منافقین کی نسبت کرنا خواہ بظاہر ہی کیوں نہ ہو سراسر جہالت وشقاوت وگستاخی ہے''۔

(عصمۃ النبی ﷺ ،ص13)

پوری کتاب ہی اس قسم کے فتووں سے بھری پڑی ہے تو محدث عصر صاحب آپ کے اس محقق لاثانی صاحب کی تحقیق کی رو سے تو معاذ اللہ علامہ کورائیؒ:

(۱) گستاخ رسول ﷺ (۲) کافر (۳) یہودی وعیسائی سے بڑھ کر (۴) راجپال (۵) مرتکب کفر ٹھرتے ہیں۔معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد اور آپ ہی کا اصول ہے کہ:

''جو ساجد خان کے بزرگوں کی نظر میں جھوٹ بولتا ہو اس کی عدالت

ساجد خان کی نظر میں برقرار رہے گی؟ اس پر سوال تو کئی کئے جا سکتے ہیں مگر ساجد خان یہی بتائے کہ کیا اس کے مسلک میں جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والی کی عدالت برقرار رہتی ہے جو ساجد خان نے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے اثر ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی تصحیح کو کتر و بیونت کر کے پیش کر دیا''۔(المقباس،ص16)

ہمارا بھی یہی کہنا کہ مولوی غلام مہر علی کے ان فتووں پر تو محدث عصر صاحب سے کئی سوالات کئے جا سکتے ہیں جن کے جوابات سے ان شاء اللہ تا قیامت عاجز رہیں گے لیکن سر دست صرف اتنی عرض ہے کہ جو آدمی معاذ اللہ آپ کے گھر کے فتووں سے راجپال ملعون کی طرح گستاخ رسول ﷺ ہو، جاہل ہو، منافق ہو کافر و نص قطعی کا انکار کرنے والا ہو اس کا قول ہمارے رد میں کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟ جو خود نصوص قطعیہ کا منکر ہوا سے دوسروں کو یہ کہنے کا حق کس نے دیا کہ یہ اثر خلاف نصوص و اجماع ہے؟ بینوا و توجروا۔

اعتراض: ایک اور حنفی بزرگ جن کا نام تو ساجد خان نے سنا ہی ہوگا علامہ ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 1014ھ لکھتے ہیں کہ: یہ اثر ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا ہے حافظ ابن کثیر نے اسے ابن جریر کیطرف منسوب کرنے کے بعد کہا کہ اگر یہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے صحیح ہے تو یہ اس بات پر محمول ہوگا کہ آپ نے یہ اسرائیلیات سے لیا ہے یہ اور اس کی مثل جب اس کی سند معصوم کی طرف صحیح نہ ہو تو اس کے قائل پر مردود ہوگی''۔
(المقباس،ص24)

جواب: الحمد للہ بندہ صرف ملا علی قاری حنفیؒ ہی کو نہیں بلکہ الکورانیؒ کو بھی اچھی طرح جانتا ہے جن کو امام ابو حنیفہ کی اولاد میں سے کسی کو گالی دینے پر قاضی حنفیہ کے حکم پر 80 کوڑوں کی سزا سنائی گئی تھی (البدر المطالع ،ج 1،ص30) لیکن آپ نے شائد ان حضرات کا صرف نام سنا ہے کتب کا مطالعہ نہیں کیا ملا علی قاریؒ نے امام ابن کثیرؒ کے حوالے سے اسے اسرائیلیات میں شمار کیا ہے مگر اس کا جواب بندہ اپنے مضمون میں دے چکا ہے۔ نیز یہی ملا علی قاری اسی موضوعات کبری جس کا حوالہ آپ دے رہے ہیں میں احیاء ابوین ﷺ والی

حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ موضوع ہے:

حدیث احیاء ابویه علیه الصلوة والسلام موضوع کما قال ابن دحیة و قد وضعت فی هذه المسألة رسالة مستقلة

(موضوعات کبری ،ص51قدیمی کتب خانه)

اب جواب دیں کہ ملاعلی قاریؒ کی اس رائے سے آپ متفق ہیں اور کیا اس حدیث کو موضوع ماننے کو تیار ہیں؟ نیز ملاعلی قاریؒ نے جو پورا رسالہ(ادلة معتقدابی حنیفة) نبی اکرم ﷺ کے والدین کے عدم ایمان پر لکھا کیا اس سے آپ متفق ہیں؟ خدا کے بندے پہلے خود تو کسی ایک عالم کے اقوال کو حجت تسلیم کرلو پھر دوسروں سے منوانے پر بھی زور دو۔اسی ملاعلی قاریؒ کے بارے میں ذرا اپنے مسلک کے جید عالم کی رائے بھی پڑھ لیں:

''ملاعلی قاری نے گستاخی نبوت کے علاوہ قدرت الٰہی کا بھی انکار کیا''۔

(العطایہ الاحمدیہ،ج4،ص280 نعیمی کتب خانہ)

جناب آپ کو اپنا اصول تو یاد ہی ہوگا؟

پھر ملاعلی قاریؒ نے اسرائیلیات میں شمار کرنے کا قول امام ابن کثیرؒ کی طرف منسوب کیا ہے اور شیخ عبدالرحمٰن بن یحیی بن علی المعلمی الیمانی المتوفی 1386ھ لکھتے ہیں کہ ابن کثیر کا اس کو اسرائیلیات میں شمار کرنا درست نہیں کہ وہ (حضرت ابن عباسؓ) اہل کتاب سے سوال کرنے سے منع کرتے تھے(تو خود کیسے ان سے لے سکتے ہیں؟)

"اما فی البداية محمول ان صح نقله عنه علی انه اخذه ابن عباس رضی الله تعالی عنه عن الاسرائیلیات فغیر مرضی فابن عباس کما مر و یاتی کان ینهی عن سوال اهل الکتاب''.

(الانوار الکاشفة ،ج1،ص117،عالم الکتاب بیروت)

ان معلّمی کے بارے میں خود چشتی صاحب لکھتے ہیں:

''علامہ عبدالرحمٰن بن یحیی المعلمی رحمۃ اللہ علیہ''۔(المقباس،ص50)

حنفیت کا طعنہ دینے والے محدث عصر صاحب کی خدمت میں گزارش

علامہ کورانیؒ، ملا علی قاریؒ اور علامہ طحاویؒ کے حوالے دیکر محدث عصر صاحب بار بار ہماری حنفیت کو چیلنج کرتے ہیں اثر ابن عباس پر جب ان سے فون پر گفتگو ہوئی جو نیٹ پر موجود ہے تو علامہ کورانیؒ کی اسی عبارت کو نہ ماننے پر موصوف نے اپنی خانگی تہذیب کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمیں یوں گالیاں دی:

''اگر تم ہو حنفی مگر تم ہو حرامی ......مگر تم ہو حرامی ......اگر حنفی ہوتے تو حنفیوں کی بات کو مانتے ......تم حرامی ہو گئے ہوناں......اسی لئے حنیفیوں کی بات نہیں مانتے......اگر اصل حنفی ہوتے تو یہ مانتے لیکن تم حرامی ہو گئے ہوناں اسی لئے حنفیوں کے جو اقوال ہیں وہ بھی تمہیں نظر نہیں آرہے......''

موصوف نے یہاں حکم ہم پر حرامی ہونے کا لگایا اور ''اسی'' سے اس حکم کی علت بیان کی کہ حنفیوں کی بات نہیں مانتے۔ قارئین کرام اگر ہم حنفیوں کی بات نہ ماننے پر حرامی ہو گئے تو جو حنفیوں پر کفر و گستاخی کے فتوے لگا رہے ہوں وہ کس پائے کہ......؟ اس کا فیصلہ خود محدث عصر اور ان کی جماعت کرلے نیز مفتی شجاعت علی قادری فاضل بریلی کے متعلق لکھتا ہے:

> ''مولانا رحمۃ اللہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف کیا بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولاناؒ نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو اگر ایسا کوئی شخص نکل آیا تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی مولاناؒ ایک مجتہد کی طرح ہر ذی علم سے اختلاف کرتے''۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ج5،ص 30 مکتبہ نبویہ لاہور)

اگر بندہ علامہ کورانیؒ سے اختلاف کرے تو......'' اور جو فاضل بریلوی چودہ سول سال کے ہر فقیہ سے اختلاف کرے وہ تو محدث عصر صاحب کے فتوے کی رو سے ''مہا............'' خالی جگہ محدث عصر صاحب اپنے ہی فتوے سے خود پُر کرلیں۔

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

مولوی اسمعیل قادری نورانی لکھتا ہے:

''مجدد برحق امام احمد رضا قادری حنفی ...... نے اکابر صحابہ کرام اور آئمہ مجتہدین (امام اعظم امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے''۔

(حقائق شرح مسلم و دقائق تبیان القرآن، ص172,173 فرید بک سٹال لاہور)

اس کتاب پر مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی منیب الرحمٰن، مفتی جمیل احمد نعیمی کی تقاریظ ثبت ہیں۔ جی جناب مولانا احمد رضا خان صاحب آئمہ مجتہدین سے اختلاف کریں تو بھی ان کا کمال اور ہمیں ایک دو حنفی بزرگوں سے اختلاف پر مطعون کیا جارہا ہے یہ کہاں کا انصاف ہے؟

تیری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ اعمال میں تھی

حنفی علماء کے دو اقوال

چونکہ فریق مخالف نے حنفی علماء کے دو اقوال پیش کئے ہیں اور ہم سے گلہ کیا کہ ان کی کیوں نہیں مانتے؟ لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ محدث عصر صاحب ہی کے اصول کے تحت ہم بھی دو حنفی علماء کے اقوال اس اثر کی تحسین و تصحیح کے متعلق پیش کر دیں تاکہ قارئین کو بھی معلوم ہو جائے کہ حنفیت کا نعرہ صرف اپنی دوکان چمکانے کیلئے ہے یا واقعتہ موصوف ان کو ''حکم'' بھی مانتے ہیں۔ ہم نے آکام المرجان والے قاضی بدرالدین شبلی کا حوالہ اس اثر کی تصحیح کے متعلق پیش کیا تھا تو:

(۱) محدث عصر صاحب خود لکھتے ہیں:

''قاضی بدرالدین ابن تقی الدین شبلی الحنفی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الدمشقی ہیں اور انہوں نے صرف **تحسین اور تصحیح کی بات ہی نہیں** کی بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ...... پھر اس کے بعد جنات میں انہی میں سے رسول مبعوث ہونے کی کہانی کو اگلے باب یعنی باب السابع عشر میں مزید واضح کرتے

ہوئے اور حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت اور اس میں زمانی و مکانی شراکت کا
ردیوں کیا ہے کہ......یعنی مسلمان کے گروہوں میں سے کسی ایک نے بھی
اس بات میں اختلاف نہیں کیا کہ بے شک اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو
جنوں اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا......ساجد خان کو سمجھ آ جانا
چاہئے کہ اس کے نانوتوی صاحب جو ثابت کرنا چاہتے تھے وہ قاضی بدر
الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کی روشنی میں باطل و مردود ہے''۔

(المقباس، ص 20 تا 22)

موصوف نے یہاں خود اس بات کا اقرار کیا کہ ان حنفی عالم نے اس اثر کی تصحیح و تحسین کی، باقی یہ موصوف کی جہالت ہے کہ قاضی بدر الدین شبلی حنفیؒ کی اس عبارت کو مولانا قاسم نانوتویؒ کے خلاف سمجھ رہے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ خود موصوف نے فون پر میرے سامنے اس بات کا اقرار کیا کہ میں نے تحذیر الناس پوری نہیں پڑھی اور جب میں نے پوچھا کہ کتنی پڑھی تو اس بات کو بھی گول کر گئے (اغلب گمان ہے کہ سرے سے پڑھی ہی نہیں) بس حسام الحرمین میں نواب احمد رضا خان صاحب کا یہ جھوٹ دیکھ لیا کہ تحذیر الناس میں معاذ اللہ ختم نبوت کا انکار ہے اس لئے آکام المرجان کی اس عبارت کو حجۃ الاسلام کے خلاف سمجھ لیا کہ آکام المرجان والا تو تمام جنوں و انسانوں کا خاتم حضور ﷺ کو مانتے ہیں جبکہ مولانا نانوتوی زمانی یا مکانی اعتبار سے اس میں دوسرے نبی کی شراکت مانتے ہیں معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد حالانکہ اگر موصوف نے تحذیر الناس پڑھی ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ آکام المرجان کی یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں بلکہ موید ہے حجۃ الاسلام نے نہ صرف تمام انسانوں و جنوں کیلئے حضور ﷺ کو خاتم مانا بلکہ یہاں تک لکھا کہ اگر دیگر زمینوں میں بھی کوئی مخلوق جن و انس ہے تو اس کے زمانی و مکانی اعتبار سے بھی حضور ﷺ خاتم ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''بعد اس تفصیل کے بطور خلاصہ تقریر یہ عرض ہے کہ ہر زمین میں اس
زمین کے انبیاء کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول ﷺ ان سب کے خاتم
آپ کو ان کے ساتھ وہ نسبت ہے جو بادشاہ ہفت اقلیم کو بادشاہان اقالیم

خاصہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے جیسے ہر اقلیم کی حکومت اس اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہے چنانچہ اس وجہ سے اس کو بادشاہ کہا آخر بادشاہ وہی ہوتا ہے جو سب کا حاکم ہوتا ہے ایسے ہی زمین کی حکومت نبوت اس زمین کے خاتم پر ختم ہوجاتی ہے پر جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجود یہ کہ بادشاہ ہے پھر بادشاہ ہفت اقلیم کا محکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع جیسے بادشاہ ہفت اقلیم کی عزت اور عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر حاکم ہونے سے جسمیں خود مقیم ہے اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہان اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی عظمت وعزت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر حاکم ہونے سے جسمیں خود مقیم ہیں اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہان اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی عزت وعظمت فقط اس زمین کے انبیاءؑ کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی جاسکتی جتنے خاتم النبیین اراضی سافلہ کے خاتم ہونے سے سمجھی جاتی ہے مگر تعجب آتا ہے آج کل کے مسلمانوں سے کس تشدد سے اور خاتموں بلکہ خود زمینوں سے انکار کرتے ہیں اس پر ماننے والوں پر کفر کے فتوے دے دیتے ہیں یا سنی نہ ہونے کا اتہام کرتے ہیں''۔ (تحذیر الناس، ص31,32)

اب قارئین کرام انصاف سے بتائیں حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کا نظریہ آکام المرجان والے کے خلاف ہے یا اس کو مویّد کرتا ہے؟ اور انصاف سے بتائیں کہ حضور ﷺ کی شان، عزت عظمت اور عموم خاتمیت کا ذکر آکام المرجان والے کی عبارت میں زیادہ ہے یا حجۃ الاسلامؒ کی عبارت میں؟ اب جواب دو مولانا نے تو آکام المرجان والے سے بھی بڑھ کر بات کہہ دی۔ ہاں قاضی بدرالدین کی یہ عبارت بریلویوں کے خلاف ہے کیونکہ ماقبل میں ہم نے مولوی غلام قصور دستگیر کا قول بحوالہ تبیان القرآن پیش کردیا کہ موصوف نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے علی الاطلاق قائل نہیں بلکہ ختم نبوت اضافی کے قائل ہیں اور صرف اس زمین پر حضور ﷺ کی ختم نبوت کے قائل ہیں باقی زمینوں میں کوئی مخلوق ہو تو معاذ اللہ اس

کیلئے حضور ﷺ کو خاتم نہیں مانتے۔

(۲) ہم نے بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی صاحب کے حوالے سے مفسر قرآن حضرت علامہ شہاب الدین آلوسی حنفیؒ متوفی 1270ھ کے حوالے سے لکھا تھا:

''اس اثر کے صحیح ہونے میں کوئی عقلی اور شرعی مانع نہیں''۔

(روح المعانی، ج28، ص211، دارالفکر بیروت بحوالہ تبیان القرآن ج، 12، ص94)

اب محدث عصر جواب دیں کہ یہ دو جلیل القدر حنفی علماء نہ صرف اس اثر کی تصحیح و تحسین کر رہے ہیں بلکہ اعلان کر رہے ہیں کہ اس اثر کے صحیح ہونے میں کوئی عقلی و شرعی مانع نہیں تو آپ آج اس اثر کو جھٹلانے کے در پر کیوں ہیں؟ یہاں اب آپ کی حنفیت کہاں چلی گئی؟ آپ ہی کی زبان میں:

''اپنے آپ کو حنفی کہلوانے سے حنفی نہیں بن سکتے''۔(المقباس، ص22)

گھر کے حنفی عالم کا حوالہ

ہم یہاں آپ کے گھر کے حنفی بزرگ کا حوالہ بھی پیش کر دیتے ہیں آپ کے مفتی اعظم پاکستان پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب کے مدرسے کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی صاحب جن کی شرح مسلم کی تائید و توثیق آپ کے مسلک کے اکابر نے بڑے زور شور سے کی ہے وہ لکھتے ہیں:

''حضرت ابن عباس کا یہ قول ہر چند کہ سنداً صحیح ہے لیکن درایۃً صحیح نہیں ہے''۔(شرح مسلم، ج4، ص451، فرید بک سٹال لاہور)

امید کرتا ہوں کہ محدث عصر صاحب کو اس حوالے کے بعد یقیناً شرم و حیاء آ ہی گئی ہوگی اور اب اس اثر کی سند پر دوبارہ جرح کرنے کی جرات نہیں کریں گے ورنہ

بے حیاء باش ہر چہ خواہی کنند

اعتراض: اس کے بعد نام نہاد محدث عصر نے صفحہ 31 سے لیکر 38 تک سات صفحات اس پر سیاہ کیئے کہ عطاء بن سائب کو آخری عمر میں اختلاط ہوگیا، لیکن اس کا انکار کس نے کیا؟ خود محدث عصر لکھتا ہے: ''ساجد خان کو بھی اس کا اقرار ہے کہ عطاء بن سائب اختلاط کا

شکار ہو گئے تھے‘‘۔ (المقباس، ص 39) جب بندے کو اس کا اقرار ہے کہ عطاء بن سائب آخری عمر میں (ان الفاظ کو محدث عصر نے نقل نہیں کیا) اختلاط کا شکار ہو گئے تھے تو یہ ساری بحث سوائے صفحات کو کالا کرنے کے اور کیا معنی رکھتا ہے؟

اعتراض : شریک بن عبداللہ عطاء بن سائب سے قبل الاختلاط قدیما نقل کرنے والے نہیں یہ ساجد خان کا جھوٹ ہے موصوف نے اس پر خوب لے دے کی۔

جواب : ہم اس کیلئے امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قاعدہ نقل کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے کہ شریک عطاء بن سائب سے قبل الاختلاط نقل کرنے والے ہیں وہ قاعدہ بشیر علی عمر نے امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے یہ لکھا کہ ہمیں یہ کیسے معلوم ہوگا کہ یہ راوی اختلاط سے قبل روایت کرنے والا ہے اور یا بعد میں تو امام صاحبؒ جواب دیتے ہیں کہ ہم مکان سماع کی طرف رجوع کریں گے پس جس نے کوفہ میں ان سے سنا وہ قدیما قبل الاختلاط روایت کرنے والے ہوں گے اور جو ان سے بصرہ میں روایت کرنے والے ہیں وہ بعد الاختلاط روایت کرنے والے ہیں کیونکہ آخری عمر میں یہ بصرہ میں تھے۔

’’ضابط التميز بين السماع قبل الاختلاط و بعده هو من رواية ابی داود عن احمد ان ذالک يرجع الى مكان السماع ممن سمع منه بالكوفة فهو قبل الاختلاط و من سمع منه بالبصرة فهو بعد الاختلاط فكان قدومه البصره كان فی آخر حياته‘‘۔

(منهج الامام احمد فی اعلال الاحاديث ، ج1، ص410 وقف السلام)

اسی اصول کو ابن رجب حنبلیؒ المتوفی 795ھ نے نقل کیا کہ:

’’من سمع منه بالكوفة فسماعه صحيح و من سمع منه بالبصرة فسماعه ضعيف كذا نقله ابو داود عن احمد‘‘۔

(شرح علل الترمذی ، ج2 ص737 مكتبة المنار اردن)

اور امام احمد بن حنبلؒ کے اسی اصول سے امام ابو حاتم رازیؒ نے اتفاق کیا ہے۔

’’ان حديث البصريين عن عطاء فيه تخاليط كثيرة لانه قدم عليهم فی آخر

عمرہ''۔ (الجرح والتعدیل ،ج6،ص334)

اورشریک بن عبداللہؒ کا انتقال کوفہ میں ہوا تھا۔

''قال جمال الدین ابی المحاسن :شریک بن عبد اللہ بن ابی الشریک ابو عبد اللہ القاضی النخعی اصلہ من الکوفۃ و بھا توفی یوم السبت مستھل ذی القعدۃ و کان اماما عالما دینا ''۔

(النجوم الزھرۃ ،ج2،ص111،دارالکتب العلمیہ بیروت)

ایک اورطرح سے ہم شریک بن عبداللہ کا سماع قدیما ثابت کرتے ہیں وہ یہ کہ محدث عصر صاحب نے (۱) سفیان ثوری (المقباس ،ص33)(۲) شعبہ(المقباس ،ص34)(۳) حماد بن سلمہ(۴) حماد بن زید(المقباس ،ص36)کو قدیما روایت کرنے والوں میں شامل کرتے ہیں اب دیکھیں:

(۱)سفیان ثوریؒ کی وفات 161ھ میں ہوئی (الاعلام،ج3،ص163)۔

(۲)شعبہ بن الحجاجؒ کی تاریخ وفات 160ھ ہے(الاعلام،ج3،ص164)

(۳)حماد بن سلمہ کی وفات 167ھ میں ہوئی۔(اعلام،ج2،ص272)

(۴)حماد بن زید کی تاریخ وفات179ھ ہے(اعلام،ج2،ص271)

جب حماد بن زید متوفی 179ہجری قدیما سماع کرنے والوں میں سے ہوسکتے ہیں تو شریک متوفی 177ھ(تذکرۃ الحفاظ،ج1،ص232)تو بطریق اولی قدیما سماع والوں میں سے ہوں گے جبکہ باقی حضرات بھی شریک کے قریب الزمانہ ہی ہیں۔

خودمحدث عصر صاحب نے حوالہ نقل کیا کہ:

> ''اوراسی بات کو علامہ عبدالحئیؒ لکھنوی نے زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس ص10 مجموعہ رسائل للکنوی ج1ص402انتشارات شیخ الاسلام احمد جام میں یوں لکھا کہ **نقل بعضھم عن تھذیب الکمال للمزی من سمع منہ قدیما قبل ان یتغیر شعبۃ و شریک و حماد فظھر بھذا ان اختلاط السائب لا یقدح فی الاحتجاج ''**۔

(المقباس،ص43)

لو جی محدث عصر نے خود اس بات کا اقرار کیا کہ علامہ عبدالحیؒ نے لکھا کہ بعض حضرات نے تہذیب الکمال والے کے حوالے سے لکھا کہ عطاء بن سائب سے قبل الاختلاط نقل کرنے والوں میں ''شریک'' بھی ہیں۔اب یہ علامہ عبدالحئ لکھنویؒ کون ہیں ان کے بارے میں اپنے مفتی عبدالمجید سعیدی کی بھی سن لیں:

''دیوبندی حضرات خوش فہمی سے سنی عالم دین حضرت مولانا عبدالحئ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کوان کی کثرت تصانیف کی بناء پر اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ ایں خیال است ومحال است وجنوں''۔

(تنبیہات،ص124)

مولوی عبدالمجید سعیدی کی کتب بھی وہی مظفر حسین شاہ آف کراچی شائع کرواتے ہیں جس مظفر حسین شاہ نے آپ کی یہ کتاب شائع کروائی ہے پس اگر یہ جھوٹ ہے تو علامہ عبدالحئ لکھنویؒ کو پکڑو نیز ہمیں تو بار بار حنفی عالم کو نہ ماننے کا طعنہ دیا جارہا تھا اب ذرا غیرت کریں اپنے ہی ہم مسلکی قلم سے ثابت شدہ سنی حنفی عالم کی اس بات کو مانو کہ عطاء بن سائب سے قبل الاختلاط شریک بن عبداللہ روایت کرنے والا ہے۔

قول کا تضاد

موصوف ایک دفعہ پھر ہماری حنفیت کو چیلنج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام طحاوی نے لکھا:

''جو اس (عطاء بن سائب) سے حالت تغیر سے پہلے لیتے ہیں وہ چار ہیں اور ان کے علاوہ کوئی نہیں اور وہ چار شعبہ،ثوری،حماد بن سلمہ اور حماد بن زید ہیں''۔

(المقباس،ص37)

شاید اسی وجہ سے امام طحاوی نے یہ کہا کہ:

''اہل علم اسناد میں جن کو عطاء بن سائب کے معاملے میں حجت شمار کرتے ہیں وہ صرف چار ہیں ان کے علاوہ نہیں یعنی شعبہ ثوری حماد بن زید اور حماد بن سلمہ''۔(المقباس،ص36)

امام طحاوی کے حوالے سے فریق مخالف ہم سے یہ منوانا چاہ رہا ہے کہ ان چار کے علاوہ جس نے بھی عطاء بن سائب سے روایت لی ہے وہ اختلاط کے بعد لی ہے لیکن خود حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''بے شک شعبہ، سفیان ثوری، زہیر بن معاویہ، زائدہ، ایوب اور حماد بن زید نے اس سے قبل از اختلاط روایت کیا ہے''۔

(مقدمہ فتح الباری بحوالہ المقباس، ص 41)

تو قبل از اختلاط روایت کو صرف چار میں بند کرنے کو خود عسقلانیؒ رد کر رہے ہیں نیز حماد بن سلمہ کے بارے میں موصوف کا نظریہ ہے کہ قبل از اختلاط روایت کیا ہے حالانکہ حافظ علائیؒ نے بحوالہ عقیلی ان کو ان میں شمار کیا ہے جنہوں نے بعد از اختلاط روایت کیا ہے:

''**ذکر العقیلی ان حماد بن سلمة ممن سمع منه بعد الاختلاط**''۔

(المخططلین للعلائی، ص 84)

ہم پر کسی ایک کے قول کو ماننے کو لازم ٹھرانے والے پہلے خود تو ہر معاملے میں کسی ایک کے قول کو حجت مان لیں۔

اعتراض: اس میں ایک راوی شریک ہیں جو آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور اس پر محدثین نے جرح بھی کی ہے۔ جوزقانی نے اس کو سیء الحفظ اور مضطرب الحدیث کہا ہے، چار سو احادیث میں غلطی کی۔

جواب: شریک کا آخری عمر میں اختلاط ہمیں کیسے مضر ہو گیا؟ نیز جوزقانیؒ خود مجروح ہے اس کی جرح کیسے معتبر ہو گی علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں کہ'' اہل کوفہ کے بارے میں اس کی جرح قابل قبول نہیں'': **لا یقبل له قول فی اهل الکوفة**

(تانیب الخطیب، ص 116)

قال الذهبی: کان شدیدا یمیل الی مذهب اهل دمشق فی التحامل علی علی رضی الله تعالی عنه فقوله فی اسمعیل مائل عن الحق یرید به ما علیه الکوفیون من التشیع (میزان الاعتدال، ج 1، ص 101)

چار سو احادیث میں غلطی کا قول بھی ہمیں مضر نہیں قول مبہم ہے اس سے یہ کہاں ثابت کہ اثر ابن عباس بھی انہی میں سے ہے؟

محدث عصر صاحب لکھتے ہیں:

''پس معلوم ہوا کہ ساجد خان کے اپنوں کے نزدیک ہی بغیر کسی اور علت کے صرف اس کے راوی شریک کی وجہ سے ہی یہ اثر ضعیف ہے''۔

(المقباس،ص45)

اس کا جواب خود محدث عصر ہی کی کتاب سے حاضر خدمت ہے موصوف علامہ سیوطیؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

''امام سیوطیؒ نے فرمایا امام بیہقی کا یہ کلام نہایت حسین ہے کیونکہ سند کی صحت سے متن کی صحت لازم نہیں ہوتی''۔(المقباس،ص27)

یہاں خود امام سیوطیؒ اس بات کے مقر ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے ہاں متن درست نہیں اور اسی کو بہترین بات کہہ رہے ہیں تو ہم آپ کی مانیں یا آپ ہی کے نقل کردہ علامہ سیوطیؒ کی بات کو؟ مزید موصوف لکھتے ہیں:

''یہ تمام علماء و محدثین اس اثر کو نقل کرنے کے بعد صرف اسنادہ صحیح یا صرف صحیح کا لفظ نہیں لکھ رہے ہیں بلکہ اس کے ساتھ اس اثر کے شاذ ہونے کا ذکر بھی کر رہے ہیں''۔

(المقباس،ص24)

معلوم ہوا کہ ایک جماعت محدثین بقول محدث عصر اس کی سند کو صحیح کہہ رہے ہیں لہذا بالفرض شریک پر کوئی جرح بھی ہو تو وہ جرح ایسی نہیں کہ اس سے سند کی صحت میں کوئی فرق پڑتا ہو۔ آکام المرجان والے کے حوالے سے گزر چکا کہ اس کے روات آئمہ ہیں۔

اور محدث عصر کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت ابن عباس کا یہ قول ہر چند کہ سنداً صحیح ہے لیکن درایۃً صحیح نہیں ہے''۔(شرح مسلم،ج4،ص451،فرید بک سٹال لاہور)

اب جواب دو آپ کے اتنے بڑے شیخ الحدیث جن کی توثیق اور ان کی کتاب کی توثیق ماقبل

میں گزر چکی ہے اس کو سنداً صحیح کہہ رہے ہیں اور آپ ضعیف بنانے پر تلے ہوئے ہیں ۔ ہم آپ کی مانیں یا آپ کے بڑوں کی؟

شریک بن عبداللہ النخعی الکوفی کی تعدیل

(۱) امام عبدالرحمٰن بن مہدی شریک سے روایت کرتے ہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ وہ صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ **و کان عبد الرحمن یحدث عنهما**

(الضعفاء الکبیر للعقیلی ، ج2،ص,193الجرح التعدیل ، ج4،ص365)

(۲) امام عبداللہ بن مبارکؒ متوفی 181ھ فرماتے ہیں: **شریک اعلم بحدیث الکوفیین من سفیان الثوری** (الجرح والتعدیل ج4 ص366) کوفیوں کی حدیث کو شریک بن عبداللہ سفیان ثوری سے بھی زیادہ جانتے تھے۔

(۳) امام عیسی بن یونس السبیعی متوفی 187ھ لکھتے ہیں: **ما رایت احد قط اورع فی علمه من شریک** (الجرح والتعدیل ج 4ص366) میں نے کبھی کسی کو اپنے علم میں شریک سے زیادہ متقی کسی کو نہیں دیکھا۔

(۴) امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ سے کسی نے شریک کی روایت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا **کان ثبتا فیه**(العلل و معرفة الرجال ،ص348) وہ اس میں ثبت تھے۔

(۵) امام یحیی بن معین متوفی 233ھ فرماتے ہیں **شریک ثقة من یسأل عنه** (الجرح والتعدیل ،ج4،ص367) شریک ثقہ ہیں ان کے بارے میں کون پوچھتا ہے؟

(۶) نیز ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک ابواسحاق سے روایت کرنے میں کون زیادہ پسندیدہ ہے شریک یا اسرائیل انہوں نے جواب دیا شریک زیادہ پسندیدہ اور مقدم ہے

(الجرح والتعدیل ، ج4،ص367)

(۷) امام بخاری متوفی 256ھ نے شریک کی حدیث کی تصحیح فرمائی: **هو حدیث حسن و قال لا اعرفه من حدیث ابی اسحاق الا من روایة شریک** (سنن الترمذی رقم الحدیث 1366)

(۸)امام ابوالحسن العجلی متوفی 261ھ فرماتے ہیں: **ثقۃ و کان حسن الحدیث** (الثقات للعجلی ، ج1،ص453)

(۹)امام ابوعبدالرحمٰن النسائی متوفی 303ھ نے ان کے بارے میں فرمایا **لیس به باس**
(اکمال تهذیب الکمال ، ج2ص248)

(۱۰)امام ابن خزیمہ متوفی 311 نے شریک کی کافی احادیث اپنی صحیح میں بیان کی ہیں اور ان کی تصحیح کی ہے۔اسی طرح امام ابن حبان متوفی 354 نے بھی ان کی روایات کو لیا ہے اور اپنی ثقات میں بھی اس کو ذکر کیا۔

(۱۱)امام ابواحمد بن عدی الجرجانی متوفی 365ھ فرماتے ہیں **والغالب علی حدیثه الصحة والاستواء** (الکامل لابن عید ، ج5،ص35)

(۱۲)امام ذہبی متوفی 748ھ فرماتے ہیں: **کان شریک حسن الحدیث اماما فقیها و محدثا مکسرا** (تذکرۃ الحفاظ ج،1،ص170)

الحافظ الصادق احد الائمه (میزان الاعتدال ، ج2،ص270)

(۱۳)علامہ ہیثمی متوفی 807ھ شریک کی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: **و فیه شریک بن عبد الله النخعی وهو ثقة** (مجمع الزوائد ، ج3،ص211)

(۱۴) حافظ شہاب الدین الابوصریؒ متوفی 840ھ شریک کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: **هذا اسناد رواته ثقات** (اتحاف الخیرۃ ، ج6،ص43)

شریک کا ثقہ ہونا خود محدث عصر کی زبانی

ویسے تو کتاب چھاپنے والوں نے کتاب کی قدر و قیمت بڑھانے کیلئے کتاب کے ٹائیٹل پیج پر اس کے نام کے ساتھ ''محدث عصر،مناظر اہل سنت،حضرت علامہ،نابغہ روزگار'' کے بھاری بھرکم الفاظ لگائے ہیں لیکن اس کی کتاب پوری پڑھنے والوں کو اس آدمی کی جہالت میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ نہ ہوگا۔ایک جگہ کچھ لکھتا ہے پھر دوسری جگہ اپنی جہالت کی وجہ سے اسی کی تردید کردیتا ہے مثلا اس مقام پر وہ شریک کی تضعیف کے درپر ہے اور خود لکھتا ہے:

''اس اثر میں شریک بن عبداللہ اپنے سے **اوثق** راوی کی مخالفت بھی کر رہا ہے''

(المقباس، ص64)

شریک بن عبداللہ اپنے سے اوثق کی مخالفت تبھی کرے گا جب شریک خود ثقہ ہو اوثق کے مقابلے میں ثقہ ہوتا ہے ضعیف نہیں۔ یہ ہے محدث عصر کی اصول دانی اور طعنہ ہمیں دیتا ہے کہ:

''اصول حدیث وفن اسماء الرجال میں کم علمی وناواقفیت کی دلیل ہے''۔

(المقباس، ص72)

شریک بن عبداللہ کے بارے میں شیخ ابوغدہ کی رائے

محدث عصر صاحب متقدمین سے تو اس اثر کی سند پر کوئی جرح نقل نہ کر سکے البتہ تیرہویں اور چودہویں صدی کے بعض عرب علماء سے اس اثر کی تضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی گویا فریق مخالف کی نظر میں ماضی قریب کے عرب علماء کے اقوال حجت ہیں اور ان سے استناد کیا جا سکتا ہے لہذا ہم اسی اصول کی روشنی میں ماضی قریب کے نامور محدث شیخ عبدالفتاح ابو غدۃ متوفی 1417ھ کا حوالہ پیش کرتے ہیں وہ لسان المیز ان میں لکھتے ہیں کہ جس کے بارے میں، میں ''ھ'' کی رمز استعمال کروں تو ایسا راوی ''**مختلف فیہ والعمل علی توثیقہ**''۔ (لسان المیزان بتحقیق عبد الفتاح ابو غدہ، ج9، ص247)

''یعنی مختلف فیہ راوی ہے لیکن اس کی توثیق پر استقرار ہوگیا'' کی قبیل سے ہوگا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ الفاظ اس وقت بولے جاتے ہیں جب متقدمین نے کسی راوی کے بارے میں توثیق وجرح دونوں قسم کے الفاظ جمع کر دئے ہوں اور بعد کے متفحصین نے توثیق کو ترجیح دی ہو اور جرح کو رد کر دیا ہو۔

پھر شریک کا ذکر کرتے ہوئے ان کیلئے ''ھ'' کی رمز استعمال کرتے ہیں۔

(لسان المیزان ج9ص322)

تو بالفرض شریک پر کوئی جرح ہو بھی تو وہ قابل قبول نہیں اور توثیق کو ترجیح حاصل ہے۔

ایک اور انداز

بالفرض وہ سند جس میں شریک ہے ضعیف ہو تو دوسری سند جو شعبہ کے طریق سے بیان کی گئی ہے اس میں شریک نہیں اور اس کے تمام راوی ثقہ عادل ہیں علامہ عبدالحئیؒ لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ یہ اثر مختصرا بھی منقول ہے اور مطولا بھی اور ایک دوسرے کی تائید کر رہا ہے لہذا بالفرض شریک کا ضعف ہمیں مضر نہیں۔

فانظر الی کلام ھولآء الاجلة یظھر لک منه للاثر المذکورة قوة فانه روی مختصرا و مطولا و احدھما یشھد الاخر و یوئیده تابیدا (زجرالناس،ص9)

اور فرماتے ہیں کہ عطاء بن سائب اور شریک بن عبداللہ النخعی والی روایت پر کوئی اعتراض ہو تب بھی یہ ہمارے خلاف نہیں اس لئے کہ جو مختصرا مروی ہے اور روایت بالکل صحیح ہے اور اس کا صحیح شاہد ہے اور روایت شاہد کی موجودگی میں قوی ہو جاتی ہے۔

"قال اللکنوی :لو سلم ان شریکا لیس من الرواۃ المتقدمین فلاقدح ایضا عند المصنفین لکونه روایة ابن جریر المختصرۃ شاھدا صحیحا والحدیث بوجود شاھدۃ یکون قویا "۔

(زجرالناس،ص10)

پس اس صورت میں شریک پر جرح بھی ہمارے مضر نہیں۔

ایک اور انداز

محدث عصر نے اس بات پر زور لگایا کہ یہ اثر ضعیف ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی میں فرمایا: جب حدیث کا ضعف واضح ہو گیا"۔ (المقباس،ص28) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: "علامہ عجلونیؒ نے تو ابن حجر ہیتمیؒ سے اس کی تضعیف بھی بیان کی"۔ (المقباس،ص30) عرض ناشر لکھنے والے نے بھی اس کو ضعیف کہا، تو جناب پھر بھی ہمیں مضر نہیں کیونکہ آپ کے مناظر اعظم صاحب لکھتے ہیں:

"ایک یہ حدیث ہے کہ مناغاۃ قمر (کہ چاند گہوارہ میں آپ ﷺ کا کھلونا بن کر آپ کے اشارے پر جھکتا تھا اور آپ اس سے سرگوشی فرماتے تھے۔

اس کی سند پر کلام ہے اور حسب تصریح بعض آئمہ شان ایسے راوی کے تفردات سے ہو جو مجہول ہے (**قال البیھقی تفرد به احمد بن ابراھیم الجیلی وھو مجھول** الخصائص الکبری جلد 1 ص 53) لیکن آئمہ اسلام نے محض شان رسالت پر مبنی ہونے کی وجہ سے اسے قبول فرمایا امام علامہ جلال الملۃ والدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ اسے الخصائص الکبری میں لائے اور اس پر وارد کلام کا بھی ذکر فرمایا (وقد رائتہ انفا) اس کے باوجود دیباچہ میں فرمایا **ونزھته عن الاخبار الموضوعة ومایرد** یعنی میں نے اس کتاب کو موضوع اور مردود قسم کی روایات سے پاک رکھا ہے (صفحہ 3) نیز اس حدیث کے تحت ارقام فرمایا **قال الصابونی ھذا حدیث غریب الاسناد والمتن فی المعجزات حسن** یعنی محدث صابونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ روایت سنداً ومتناً غریب اور نادر ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں (شان رسالت کے بیان پر مشتمل) ہونے کے باعث حسن ہے''۔

(تنبیہات، ص 29 ادارہ تحقیقات اہل سنت)

پس حدیث ضعیف ہونے کے باوجود حضور ﷺ کی شان میں معتبر ہوسکتی ہے تو ہم بھی اس روایت کو حضور ﷺ کے فضائل ومناقب اور شان میں شمار کرتے ہیں۔

جہالت ہی جہالت

ماقبل میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ محدث عصر صاحب اور ان کی پارٹی اس اثر کو ضعیف ثابت کرنے پر تلی ہوئی ہے جبکہ حیرت کی بات ہے اس اثر کو ضعیف ماننے کے بعد محدث عصر اسی اثر کے متعلق لکھتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کردہ ایک قول کی تصحیح کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ناعاقبت اندیش ابھی تک قرآن مجید فرقان حمید میں موجود صریح حکم اور معنوی اعتبار سے احادیث متواترہ کی موجودگی کے باوجود اپنے ناپاک

عزائم یعنی خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت **محمد** مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ختم نبوت کو کتب اسلامیہ میں مروی **بعض غیر ثابت شدہ اقوال** کے تحت مشکوک قرار دینے کی کوششوں میں نہ صرف مصروف ہیں بلکہ امت مسلمہ کے ایک اتفاقی و اجماعی مسئلہ کو مشکوک و اختلافی بنانے کے درپے ہیں''۔(المقباس،ص3)

اب کوئی اس جاہل سے پوچھے کہ حدیث کے ضعیف ہونے اور ثابت شدہ نہ ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔مگر یہ دونوں کو ایک ہی سمجھ رہا ہے۔

اعتراض :ساجد خان نے علامہ غلام رسول سعیدی کی عبارت کو ادھورا نقل کیا ہے اور اپنے مطلب کی عبارات نقل کی ہیں۔سعیدی صاحب جرح بھی نقل کررہے ہیں۔

جواب :ہم نے کب کہا کہ ہم نے پوری تبیان القرآن نقل کرنے کا التزام کیا ہے یا ہم نے کب کہا کہ سعیدی صاحب اس اثر کو متناً صحیح مانتے ہیں کہ ہم جرح نقل نہ کرنے پر خیانت کے مرتکب ٹھرے؟۔ہم اپنے ہی مطلب کی عبارتیں نقل کریں گے اس میں گناہ کیا ہے؟ کیا ہم محدث عصر کے مطلب کی عبارتیں بیان کرنا شروع کردیں؟ کیا احمقانہ اعتراض ہے۔ ہمارا مدعا تو یہ تھا کہ علماء نے اس اثر کی تصحیح کی ان اقوال کو نقل کیا اور الزامی انداز میں علامہ غلام رسول سعیدی کی کتاب سے حوالے نقل کیئے کہ ان علماء کی تصحیح کو خود سعیدی صاحب نے بھی نقل کیا ہے اگر ہم نے اس میں کوئی خیانت کی ہو تو ہم کو الزام دینے کا حق ہے باقی سعیدی صاحب نے اس سے متعلق جرح نقل کی ہے تو وہ ہماری مبحث ہی سے خارج ہے جرح تو بعض دیگر کتب میں بھی ہے اس کو بھی ہم نے نقل نہیں کیا البتہ ہمارا یہ اعتراض کہ اس اثر کی تصحیح کرنے والوں کو رضاخانی حضرات ختم نبوت کا منکر سمجھتے ہیں اور المقباس میں بھی اس کا کھل کر اقرار کیا لہذا یہ تمام علماء معاذ اللہ ختم نبوت کے منکر ٹھرے اس بات کو محدث عصر شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔

اعتراض :ساجد خان نے یہاں متقدمین کی بات تو کی مگر اپنے گھر کے بزرگوں کو نہیں پڑھا الخ (المقباس،ص60 تا61)

جواب: عجیب جہالت وکوڑھ مغزی ہے ہم نے حسن لذاتہ ولغیر ذاتہ کی اصطلاحات کا انکار کب کیا ہے؟ جو آپ ہمارے اکابر سے انہیں منوانا چاہ رہے ہیں ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اس پر بعض نے حسن کا اطلاق کیا ہے اور یہ ہمارے مخالف نہیں کیونکہ متقدمین کے ہاں حسن کا اطلاق صحیح پر بھی ہوتا ہے ہم بات متقدمین کی کرر ہے ہیں اور آپ جواب متاخرین سے دے رہے ہیں۔اسے کہتے ہیں محدث عصر۔

اعتــراض: موصوف نے صفحہ 62،63 پر یہ کوڑھ مغزی کی کہ حدیث کیلئے شذوذ سے پاک ہونا ضروری ہے۔

جــواب: اس کے ہم کب منکر ہیں؟ لیکن ہم ماقبل اپنے مضمون میں وضاحت کر چکے ہیں کہ شاذ دو قسم پر ہے ایک مردود دوسری مقبول یہ روایت شاذ مقبول کی قسم سے ہے۔اور محدث عصر نے جو دو صفحات میں شاذ کی تعریف نقل کی وہ شاذ مردود کی قسم سے ہے اس کے ہم کب منکر ہیں؟

فیصلہ کن مطالبہ اور دندان شکن جواب

موصوف لکھتے ہیں:

> ''ساجد خان کو چاہئے تھا کہ اس اثر کے راویوں کی توثیق ثابت کرتا پھر کہتا کہ یہ فقط ثقہ کی زیادت ہے مگر ہم پیچھے انہی کے فاضل کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں کہ شریک بن عبداللہ ثقہ نہیں''۔(المقباس،ص 63)

جــــواب: شریک کا ثقہ ہونا ہم ماقبل میں ثابت کر چکے ہیں باقی اس اشرفیہ کے فاضل کی ہمارے نزدیک اتنی حیثیت نہیں کہ اس کے قول کو ہمارے خلاف پیش کیا جائے۔

نیز قاضی بدرالدین حنفی، علامہ آلوسی حنفی، علامہ غلام رسول سعیدی، حافظ سیوطی، حافظ ابن حجر حاکم، ذہبی، بیہقی نے اس کی سند کو صحیح تسلیم کیا جس کا اقرار خود محدث عصر کو بھی ہے اور مندرجہ بالا مطالبہ میں اس کی صراحت ہے کہ راویوں کی توثیق ثابت کردو تو پھر زیادت بھی مقبول ہوگی اور ظاہر سی بات ہے کہ سند اسی وقت صحیح ہوگی جب راوی ثقہ ہوں تو لیجئے سات (۷)

مسلم بین الفریقین شخصیات اور ایک آپ کے مسلم محدث سے ہم نے اس کی سند کا صحیح ہونا جو مستلزم ہے تمام راویوں کے ثقہ ہونے کو ثابت کر دیا اب آپ میں انصاف و دیانت کا مادہ ہے تو اس زیادتی کو قبول کریں اور ان 96 صفحات میں جو کوڑھ مغزی کی ہے اس کو آگ لگائیں۔

مزے کی بات یہ ہے کہ خود محدث عصر صاحب بھی شریک کو ''ثقہ'' مانتے ہیں چنانچہ ماقبل میں حوالہ گزر چکا کہ خود لکھا کہ شریک اپنے سے زیادہ اوثق کی مخالفت کر رہے ہیں پس جب ثقہ ہے اور آپ کو ثقہ ہونے کی صورت میں یہ زیادت بھی قبول ہے تو اب قیل و قال کرنے کے بجائے حق بات قبول کرو۔ محدث عصر صاحب اکابر اہل السنۃ والجماعۃ کی کرامت تو دیکھو آپ کے ہاتھوں سے ایسی عبارت نکلوادی جس نے آپ کی ساری محنت پر پانی پھیر دیا ان شاء اللہ اس عبارت سے بندہ آپ کو بھاگنے نہیں دیگا۔

رہی بات اشرفیہ کے کسی فاضل کی تو ہم اس فاضل کے مقابلے میں آئمہ کی توثیق بیان کر چکے ہیں محدث عصر صاحب جواب دیں آپ کیلئے دیوبندی فاضل کا قول حجت ہے یا ان آئمہ کا؟

اعتراض :اس اثر میں شریک بن عبداللہ اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کر رہا ہے لہذا ساجد خان کے بیان کردہ اصول کے پیش نظر بھی یہ اثر شاذ کی قسم مردود سے ہوگا کیونکہ اس اثر میں شریک بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی ہے۔

(المقباس، ص 64 تا 67)

جواب :جہالت ہی جہالت، یہ ہے بریلویوں کا محدث عصر جسے مخالفت اور زیادت کا بھی علم نہیں یہاں شریک شعبہ کی مخالفت نہیں کر رہے ہیں بلکہ شعبہ اس روایت کو مختصرا بیان کر رہے ہیں اور شریک مطولا گویا شریک کی روایت میں زیادت ہے اور محدث عصر کے علم میں ہوگا کہ ثقہ کی زیادتی بالاتفاق معتبر ہے۔

والزیادۃ مقبولۃ (صحیح بخاری، ج 1، ص 201)

ان الزیادۃ من الثقۃ مقبولۃ (مستدرک علی الصحیحین، ج 1، ص 307، کتاب العلم)

خود محدث عصر کو اس بات کا اقرار ہے کہ شریک کی روایت میں زیادت ہے مخالفت نہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

"پس معلوم ہوا کہ یہ زیادت عطاء بن سائب کے اختلاط کے سبب بیان کی گئی ہے......اس اثر میں زیادت بعد از اختلاط کا کارنامہ"۔

(المقباس،ص68,69)

علامہ عبدالحئ لکھنویؒ نے جسے بریلوی اپنے کھاتے میں ڈال رہے ہیں تو شعبہ کی روایت کو اس کا مخالف نہیں بلکہ شاہد بتلایا ہے کیا بریلوی محدث عصر کے نزدیک شاہد مخالف ہوتا ہے؟ نیز ہمیں جواب دیں کہ شریک نے کس بات میں شعبہ کی مخالفت کی ہے؟

اعتراض :امام ابومحمد موفق الدین ابن قدامہ حنبلی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں مجھے خبر دی احمد بن اصرم مزنی نے کہ بے شک عبداللہ (احمد بن حنبل) سے شریک کی حدیث جس کو وہ عطاء بن سائب سے وہ ابوالضحیٰ سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے اللہ عزوجل کے قول و من الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن) کی تفسیر میں بیان کیا کے بارے میں سوال کیا گیا جس میں کہا ہے کہ ان کے درمیان نبی ہیں تمہارے نبی کی طرح اور نوح ہیں تمہارے نوح کی طرح اور آدم تمہارے آدم کی طرح امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو شعبہ نے عمرو بن مرہ سے وہ ابوضحیٰ سے وہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات ذکر نہیں کی انہوں نے جو کہا ہے وہ یتنزل العلم و الامر بینھن ہے اور عطاء بن سائب اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور ابوعبد اللہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث (اثر) کا انکار کیا ہے"۔

(المنتخب من علل الخلال 125 برقم 58)

(المقباس،ص65)

جواب :یہ بھی محدث عصر صاحب کی اصول حدیث سے جہالت ہے کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ متقدمین میں سے ہیں اور اس روایت کا انکار کر رہے ہیں اور متقدمین کا کسی حدیث سے انکار یہ جرح نہیں ہوتی جبکہ موصوف نے پورا رسالہ اس بات پر لکھا ہے کہ اس اثر سے

کسی قسم کا احتجاج کرنا درست نہیں۔علامہ عبدالحیؒ متوفی 1304ھ امام احمد بن حنبلؒ کے انکار کے متعلق لکھتے ہیں:

”ان المنکر اذا اطلقه البخاری علی الراوی فهو ممن لا تحل الروایة عنه و امام اذا اطلقه احمد و من یحذوحذ وه فلا یلزم ان یکون الراوی ممن لا یحتج به“۔

(الرفع والتکمیل ،ص98،مکتبه ابن تیمیه)

محدث عصر صاحب کا جھوٹ

محدث عصر صاحب امام احمد بن حنبلؒ پر جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”پس امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس بات کی تصریح تو ہو چکی کہ اس میں مختلط راوی عطاء بن سائب نے ثقہ راوی عمرو بن مرہ کی مخالفت کی ہے پس اب اس اثر کا از قسم مردود ہونا تو واضح ہے“۔(المقباس،ص67)

یہ صریح جھوٹ ہے امام احمد بن حنبلؒ نے کہیں بھی المنتخب میں یہ نہیں کہا کہ یہاں عطاء بن سائب نے اپنے سے اوثق عمرو بن مرہ کی مخالفت کی ہے یہ محدث عصر کا سفید جھوٹ ہے امام احمد بن حنبلؒ نے صرف عطاء بن سائب کی روایت کا انکار کیا ہے اور ہم واضح کر چکے ہیں کہ ان کا انکار جرح نہیں۔اور یہ روایت کو حیز احتجاج سے نہیں نکالتا۔

پھر ایک طرف تو مندرجہ بالا حوالے میں امام احمد بن حنبل یہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں شعبہ سے یہ مذکور نہیں بلکہ وہ یہ روایت کرتے ہیں **یتنزل العلم والامر بینهن** جبکہ خود مسائل امام احمد بن حنبل سے محدث عصر نے جو دوسرا قول امام احمد بن حنبل کا نقل کیا اس میں امام صاحبؒ شعبہ سے **یتنزل العلم والامر بینهن** کے الفاظ کی جگہ **فی کل ارض خلق مثل ابراهیم** کے الفاظ نقل کرنا بتلا رہے ہیں تو یہ تو خود امام احمد بن حنبل کے اقوال میں تعارض آ گیا۔نیز امام احمد بن حنبلؒ نے شعبہ سے فی کل ارض والی روایت نقل کرنے کا اقرار کیا اور عطاء بن سائب اور شعبہ کی یہ دونوں روایتیں ایک ہی ہیں فرق صرف اختصار و تطویل کا ہے۔

اعتراض :امام اسحٰق بن ابراہیم بن ہانی کے سوال پر امام احمد بن حنبل نے جو فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو: یعنی میں نے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث عطاء بن سائب کے بارے میں عرض کیا جس میں ہے کہ محمد تمہارے محمد کی طرح آدم آدم کی طرح اور ابراہیم ابراہیم کی طرح آپ نے فرمایا اس کی حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے عطاء بن سائب اختلاط کا شکار ہو گئے، اس میں آدم، آدم کی طرح کی کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی تمہارے نبی ﷺ کی طرح کچھ"۔

(مسائل الامام احمد بن حنبل ،ج2ص160) (المقباس ،ص68)

جواب :ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کے انکار سے روایت حیز احتجاج سے نہیں نکلتی متقدمین کا روایت کا انکار کرنا جرح نہیں ہوتا۔ثانیا شیخ بشیر علی عمر امام احمد بن حنبلؒ کے اس قول کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس اثر کا انکار عطاء بن سائب کے اختلاط کی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ نے کیا اس احتمال پر کہ شریک ان کی نظر میں ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اختلاط کے بعد عطاء بن سائب سے سنا یا ان کے سماع کا وقت معلوم نہیں یا اختلاط سے قبل یا بعد دونوں وقتوں میں سنا"۔

(منہج الامام احمد فی اعلال الحدیث ،ج1،ص412)

لہذا اس کا جواب ہم خود امام احمد بن حنبلؒ ہی کے اصول سے دیتے ہیں اور ماقبل میں ہم نے امام احمد بن حنبلؒ ہی کے حوالے سے یہ اصول نقل کیا کہ عطاء بن سائب سے جنہوں نے کوفہ میں سنا وہ قدیما ہیں اور شریک کا انتقال کوفہ میں ہوا تو وہ قدیما سماع والا ہوگا اور مزی کے حوالے سے گزر چکا کہ شریک قدیما سماع کرنے والے ہیں لہذا خود امام احمد بن حنبلؒ کا اس روایت پر یہ اشکال ان ہی کے اصول سے ختم ہو گیا کہ عطاء بن سائب کو اس روایت میں اختلاط ہوا ہے اور شریک اختلاط کے بعد نقل کرنے والے ہیں۔الحمدللہ۔

امام احمد بن حنبلؒ کے قول کی رو سے تم منکرین ختم نبوت ہو

امام احمد بن حنبل نے شعبہ سے جو روایت بیان کی کہ ہر زمین میں مخلوق ہے ابراہیم کی مثل

اس کا مطلب محدث عصریوں بیان کرتے ہیں:

''اور تشبیہ و تمثیل من کل الوجوہ نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان عالی شان ہے کہ **وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم ما فرطنا فی الکتب من شیء ثم الی ربهم یحشرون** (الانعام،38) اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے۔ پس مثل و مثال سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ جس کی مثال بیان کی جارہی ہے اور جس کے ساتھ بیان کی جارہی ہے وہ دونوں ہر لحاظ سے ایک جیسے ہوں بلکہ کسی ایک کی وجہ کی برابری سے بھی مثال بیان کی جاسکتی ہے جیسا کہ یہاں بیان کیا گیا ہے کہ جیسے ابراہیم علیہ السلام عز وجل کی مخلوق میں سے ہیں اسی طرح ہر زمین میں مخلوقات ہیں نہ کہ ابراہیم کی مثل نبی و خلیل''۔

(المقباس،ص69,70)

اس عبارت میں ہر زمین میں یعنی ساتوں زمینوں میں اللہ تعالی کی مخلوقات کو محدث عصر صاحب نے تسلیم کیا اب ذرا گھر کے شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی صاحب کا یہ حوالہ پڑھ لیں:

''مولانا غلام دستگیر قصوری نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے کہ ہر **ایک کی خاتمیت اضافی ہے یعنی ان زمیوں میں جو نبی ہیں ان کی خاتمیت ان زمینوں کے اعتبار سے ہے اور نبی ﷺ کی خاتمیت اس زمین میں مبعوث ہونے والے انبیاء کے اعتبار سے ہے**''۔

(تبیان القرآن، ج12،ص94)

لیجئے جناب آپ تو دیگر زمینوں میں انبیاء نہیں مانتے کیونکہ اس سے ختم نبوت میں فرق آئے گا صرف مخلوقات کو تسلیم کرتے ہیں اب یہاں آپ کے غلام دستگیر قصوری صاحب نے دو طرح سے ختم نبوت کا انکار کیا (آپ کے مسلمات کی رو سے)

(۱) ایک تو حضور ﷺ کی موجودگی میں دیگر زمینوں میں انبیاء کو تسلیم کیا اور وہ بھی خاتم الانبیاء۔ کیونکہ وہ اپنی زمین کیلئے خاتم ہیں۔ گویا آپ کے مذہب میں ایک سے زائد بھی خاتم ہیں سات زمینیں ہوئیں تو جب ہر زمین کی مخلوق کیلئے نبی اور وہ اپنی زمین کا خاتم تو اس اعتبار سے آپ نے سات خاتم تسلیم کر لئے امت مسلمہ تو ایک مرزائی کو روتی ہے یہاں سات سات خاتم الانبیاء تسلیم کئے جا رہے ہیں اب وہ اہل بدعت جو صبح وشام علماء دیوبند پر یہ الزام دھرتے ہیں کہ سات زمینوں میں سات خاتم مانتے ہیں اہل بدعت اپنے اس مولوی کے اس عقیدہ کا کیا جواب دیں گے؟۔

(۲) دوسری طرح ختم نبوت کا انکار اس طرح کہ حضور ﷺ کو صرف اس زمین کی مخلوق کیلئے خاتم مانا حالانکہ حضور ﷺ جمیع مخلوق کیلئے خاتم ہیں جبکہ دیگر زمینوں کی مخلوق کیلئے خاتم نہیں جو اس سے چھ گناہ زیادہ ہیں تو کیا یہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کا کھلم کھلا انکار نہیں؟

ہم نے کہا تھا کہ اس کی سند پر جو اعتراض اہل بدعت کو ہے جن سے ہم نے تصحیح نقل کی ہے ان کو ان جروحات کا علم تھا پھر بھی تصحیح نقل کی کیا اہل بدعت ان سے زیادہ اعلم ہیں؟ تو موصوف سٹپٹاتے ہوئے جواب دیتے ہیں ساجد خان کے اس بزرگ کے بقول بھی اس کی سند جتنی بھی صحیح ہوتی یہ قابل قبول نہیں تھا ...... ساجد خان کے ایک بزرگ مناظر اسلام وکیل احناف منظور احمد مینگل استاد الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی کے افادات میں عدم استدلال عدم صحت پر دال ہے کہ تحت لکھا ہے امعان النظر میں قاعدہ ذکر کیا ہے کہ کوئی حدیث صحیح ہو باوجود صحیح ہونے کے اس سے کسی نے استدلال نہ کیا ہو تو یہ اس حدیث کے صحیح نہ ہونے کی دلیل ہے"۔ (المقباس، ص 73)

جواب: آپ نے جو حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب کا حوالہ دیا اس سے خود یہی نتیجہ نکالا کہ سند جتنی بھی صحیح ہو ...... یہی تو ہم کہہ رہے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے تو آپ کو اس میں قیل وقال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ باقی یہ کہنا کہ عدم استدلال عدم صحت کو مستلزم ہے یہ بھی دھوکا ہے اس لئے کہ ہم نے ماقبل میں اپنے مضمون میں قاضی بدر الدین شبلیؒ، علامہ اسمعیل

حقی ،ابن حجر عسقلانیؒ کا حوالہ پیش کیا کہ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ نیز قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے بھی اس روایت سے استدلال کیا ہے ۔ انظر تفسیر المظہر ی ج9 ص334۔ نیز آپ کے مسلک کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

> ''سات زمینوں کے متعلق میں نے زیادہ تفصیل وتحقیق اس لئے کی کہ یہ اثر ہر دور میں علماء کے درمیان معرکۃ الآراء رہا حتی کہ اس کی ڈور کی گھتی سلجھاتے سلجھاتے بعض علماء تکفیر کی زد میں آ گئے''۔

(تبیان القرآن، ج12،ص92)

محدث عصر صاحب نے ہمارے اکابر سے اصول پیش کیا کہ کسی حدیث سے اگر استدلال نہ کیا جائے تو یہ اس کے ضعیف ہونے کی دلیل ہوتی ہے یہ اصول ہمارے لئے تو مضر نہیں کیونکہ بقول آپ ہی کے شیخ الحدیث ہر دور میں یہ اثر معرکۃ الآراء رہا علماء اس کی توضیح وتنقیح پر بحث کرتے رہے۔

اعتراض :صفحہ 79 تا82 لکھا کہ علماء دیوبند بھی اس کو مانتے ہیں کہ سند کے درست ہونے سے متن کا درست ہونا ضروری نہیں۔

جواب :اگر علماء دیوبند نے لکھا ہے تو وہاں متن کے درست نہ ہونے کی وجہ بھی تو لکھی ہے اور ہم نے کہا تھا کہ محدثین جب صحیح الاسناد کہہ دے اور کوئی علۃ قادحہ بیان نہ کرے تو وہ اس کے متنا بھی صحیح ہونے کی علامت ہے اس کا کوئی جواب موصوف نے نہیں دیا البتہ اس مقام پر جو شریک پر جرح کی تھی اس بحث کو دوبارہ پیش کیا تو اس کا جواب ماقبل میں گزر چکا ہے ۔اس کے بعد صفحہ 83 تا86 متقدمین ومتاخرین کے درمیان حد فاصل کچھ اصول حدیث کی لایعنی گفتگو کی اور امام احمد بن حنبلؒ اور عطاء بن سائب کے اختلاط کو دوبارہ ذکر کیا جس کا جواب دیا جا چکا ہے موصوف کی پوری کتاب میں یہی وطیرہ ہے کہ یا تو موضوع سے خارج بحث شروع کردیں گے یا ایک ہی بات کو مختلف صفحات پر مختلف انداز سے بیان کریں گے تاکہ کتاب کا حجم بڑھ جائے اور رعب جم جائے کہ دیکھو ہم نے کتنی ضخیم کتاب لکھ لی لیکن

اتنا سب کچھ کرنے کے بعد بھی کتاب کے صفحات کی تعداد 96 سے اوپر نہیں ہوئی۔

اعتراض: اس کے بعد حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کا فتوی نقل کیا۔

المقباس، ص86 تا 89۔

جواب: یہ فتوی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ خود اس اثر کے متعلق لکھ رہے ہیں:

> ''اس کی ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی طرف نسبت کی صحت میں اختلاف ہے **صحت راجح معلوم ہوتی ہے** اس لئے کہ حاکم کی تصحیح اگرچہ قابل اطمینان نہیں مگر ذہبی کی تصحیح بلا شبہ معتبر ہے اس کی وجہ بندے ہی کی کتاب ارشاد الساری الی صحیح البخاری میں ملاحظہ فرمائیں''۔

(المقباس، ص89)

مزید فرماتے ہیں:

> ''اس کی روایت میں ابوالضحی متفرد ہیں بظاہر یہ امر روایت کی صحت کو مخدوش کررہا ہے کہ ایسے عجب العجائب مضمون کو سوائے ایک شخص کے اور کوئی روایت نہیں کرتا مگر اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بخوف فتنہ اسے چھپاتے تھے چنانچہ درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے منقول ہے **لو حدثتکم بتفسیرھا لکفرتم و کفرکم بتکذیبکم بھا** خلاصہ یہ ابن عباسؓ کی طرف صحت راجح ہے مگر بحکم مرفوع ہونے میں کلام ہے''۔ (مقباس، ص89)

مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے اس کے مرفوع ہونے میں اختلاف کو ذکر کیا اور خود ہی احسن الفتاوی میں اس کے اسرائیلی ہونے کی نسبت علامہ ابن کثیرؒ کی طرف کی گویا وہ یہاں مرفوع نہ ہونے میں اپنی رائے پیش نہیں کررہے ہیں بلکہ علامہ ابن کثیرؒ کا اختلاف ذکر کررہے ہیں اور ہم نے محدث عصر صاحب ہی کے ممدوح المعلمی کے حوالے سے ماقبل میں ذکر کردیا کہ علامہ ابن کثیرؒ کا اس کو اسرائیلی کہنا درست نہیں۔

پھر خود لکھتے ہیں کہ:

''بعض اکابر نے لکھا ہے کہ بقیہ اراضی میں مخلوق کا ہونا ثابت ہے اور لکل قوم ھاد سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی طرف انبیاء علیہم السلام بھی مبعوث ہوئے ہیں نیز یتنزل الامر بینھن سے بھی ثابت ہوا کہ سب زمینوں میں وحی نازل ہوتی ہے اس لئے اثر ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما حقیقت پر مبنی ہے یعنی دوسری زمینوں میں بھی انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی ہے آگے دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ان کے نام آدم ابراہیم الخ بطور تشبیہ ہوں دوسرا یہ کہ واقعۃ انکے بھی یہی نام ہوں نبی نبیکم سے احتمال اول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے''۔(المقباس،ص90)

ائمہ وعلماء کا اس اثر کی تضعیف کرنا اور اس کا جواب

محدث عصر صاحب موصوف نے لکھا:

(۱) اس اثر کو شاذ وضعیف کہنے والے جن میں سرفہرست امام احمد بن حنبلؒ (المقباس،ص74)

بالکل جھوٹ۔

(۲) علامہ سخاویؒ نے امام بیہقیؒ کا قول ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر کے قول کو بیان کرتے ہوئے لکھا (اس کے بعد ابن کثیرؒ کا قول نقل کیا جس کا جواب ماقبل میں ہو چکا) پس آپ نے تصحیح بیہقی کا رد تو ابن کثیر کے قول سے کر دیا اور اس کے بعد کوئی ایسا جملہ نہیں لکھا جس سے معلوم ہو کہ آپ اس کے صحیح یا حسن ہونے کے قائل ہیں واللہ اعلم (المقباس،ص48)

یہ بھی محدث عصر کی جہالت ہے علامہ سخاویؒ کا صنیع مقاصد حسنہ میں یہ ہے کہ وہ روایت کے متعلق مختلف آئمہ کے اقوال کو ذکر کر دیتے ہیں یہ کہیں نہیں لکھا کہ جس آخر قول کو وہ ذکر کریں وہ ان کا بھی مسلک وموقف ہو پھر ابن کثیرؒ کے اس قول کا رد ہم نے خود انوار الکاشفہ سے نقل کر دیا جسے آپ بھی مستند مانتے ہیں تو اس کو تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ بالفرض علامہ سخاوی اس اثر کو صحیح یا حسن نہ مانتے ہوں تب بھی یہ ہمارے لئے قابل احتجاج ہے اس پر

دلیل یہ ہے کہ اسی المقاصد الحسنہ کے اندر نبی کریم ﷺ کے والدین کو دوبارہ زندہ کرنے والی روایت کے متعلق ابن کثیرؒ ہی کا قول پیش کرتے ہیں:

''و قال ابن کثیر انه حدیث منکر جدا و ان کانت ممکنا بالنظر الی قدرة الله لکن الذی ثبت فی الصحیح یعارضه''۔

(المقاصد الحسنه ،ص37نوریه رضویه پبلشنگ لاهور)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں نبی کریم ﷺ کے والدین کے احیاء کی روایت کے متعلق یہی امام ابن کثیرؒ اس کو شدید قسم کی منکر روایت اور صحیح روایت کے معارض کہہ رہے ہیں لیکن اس کے باوجود جماعت رضاخانی کا اس پر عقیدہ ہے اور اور اس عقیدہ کو نہ ماننے والوں کو کافر و گستاخ کہتے پھرتے ہیں تفصیل: مقالات شیر اہلسنت ،آزر کون ،ابوین مصطفیٰ ﷺ وغیرہ میں ملاحظہ فرماؤ پس اسی اصول کے تحت باوجود بالفرض جرح یہ اثر حیزِ استدلال سے نہیں نکلے گا۔

(۳) امام بیہقی نے اس کو شاذ کہا (المقباس ص74)

یہ شاذ مقبول ہے۔

(۴) حافظ ذہبی نے کہا اس پر ہم اعتقاد نہیں رکھتے (المقباس،ص74)

یہ الفاظ جرح نہیں مزید وضاحت ماقبل میں ہو چکی۔

(۵) سیوطیؒ اور ابن حجر ہیتمیؒ نے اس کو ضعیف لکھا (المقاس،ص48,49)

علامہ سیوطیؒ اور ابن حجر ہیتمی آئمہ جرح و تعدیل نہیں ان کا کسی حدیث کو ضعیف کہہ دینے سے لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث ضعیف ہو پھر انہوں نے جس بنیاد پر ضعیف کہا وہ یہ تھا کہ ان کو یہ اثر بظاہر ختم نبوت کے خلاف لگا جس کا جواب مولانا نانوتویؒ نے تحذیر الناس میں دے دیا اور ان کے اس اشکال کو رفع کر دیا۔ نیز محدث عصر صاحب حنفیت کے بڑے چیمپئن بنتے ہیں تو ملا علی قاری حنفیؒ جن کا قول موصوف ہمارے خلاف بڑے طمطراق سے پیش کرتے ہیں وہ علامہ سیوطیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تو حاطب اللیل تھا۔

قال الملا علی القاری :وبهذا تبین انه (ای السیوطی) کحاطب اللیل و

خاطب ویل۔(مجموعہ رسائل ملا علی قاری ،ج3،ص133)
اب جواب دیں ملا علی قاریؒ کی اس بات سے آپ اتفاق کرتے ہیں؟
(٦) کورانی حنفی نے اس کو قرآن واجماع کے خلاف کہا (المقباس،ص74)
یہ ان کا اپنا ذاتی موقف ہے دعوی بلا دلیل ہے نیز جس وجہ سے کہا اس کا جواب مولانا نانوتویؒ دے چکے لہذا ان کا اشکال باقی نہ رہا نیز کورانی نے اپنی شرح میں بریلویوں کے خلاف بھی باتیں کی ہیں وہ کس اصول سے آپ کو مسلم نہیں؟
(٧) ابن کثیرؒ اس کو اسرائیلیات میں شمار کرتے ہیں (المقباس،ص 74)
اس کا جواب آپ ہی کے ممدوح سے دیا جا چکا ہے ماقبل میں۔
(٨) ملا علی قاری نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا (المقباس،ص74)
تو کیا موضوعات پر لکھی جانے والی کتاب میں ذکر کر دینے سے حدیث موضوع ہو جاتی ہے ؟اسی کتاب میں انگوٹھے چومنے والی روایت، نادعلی اوراحیاء ابوین ﷺ کو بھی ذکر کیا برملا ان سب کو موضوع ماننے کا اعلان کریں۔اس کے بعد موصوف نے صفحہ 75 تا77 تنبیہ الجہال ،قسطاس،فتاوی بے نظیر اپنی ہی کتب سے علماء کی تردید اس اثر کے متعلق نقل کی ہے جو ہمارے لئے معتبر نہیں کیونکہ یہ قاعدہ بریلویوں کو مسلم ہے کہ اپنے گھر کا حوالہ دوسروں پر حجت نہیں۔
(٩) فتاوی رملی میں ابن کثیرؒ کی رائے کو نقل کیا۔
ابن کثیرؒ کی رائے کو اگر نقل کیا تو امام بیہقی سے اس کا صحیح ہونا بھی تو نقل کیا وہ کیوں آپ کو مسلم نہیں؟ نیز یہی علامہ رملی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کو سمجھتے ہیں اوران کے چچا ہونے کا رد کرتے ہیں جبکہ آپ کے مفتی حنیف قریشی نے آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہنے کو سمجھتے ہیں کہ اس سے نبی پاک ﷺ کی طہارت نسبی باقی نہیں رہتی (کتاب آزر کون تھا ؟) تو آپ ہی کے اصولوں کے تحت معاذ اللہ گستاخ کی جرح کا کیا اعتبار؟
(١٠) علامہ عبدالرحمٰن بن یحیی المعلمی نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح نہیں۔
(المقباس،ص50)

اسی معلّمی نے علامہ ابن کثیرؒ کے قول کو بھی تو ''غیر مرضی'' کہا یہ قول آپ کو قبول کیوں نہیں؟ یہ کونسا اصول ہے کہ اپنے مطلب کی بات لے لیتے ہو اور باقی چھوڑ دیتے ہو؟

علامہ عبدالرحمٰن بن یحیی المعلمی کا تعارف

محدث عصر صاحب جس شخصیت کو: ''علامہ عبد الرحمٰن بن یحیی المعلمی رحمۃ اللہ علیہ (م 1386ھ)'' (المقباس، ص50) کہہ رہے ہیں، یہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے امام اعظم امام ابوحنیفہؒ اور حنفیوں کے خلاف دو جلدوں پر نو سو سے زائد صفحات پر مشتمل کتاب:

''التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل''

لکھی ہے۔ جس میں کھل کر امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں پر جرح کو صحیح کہا اور حنفیوں کے کئی اہم مسائل پر جرح نقل کی۔ امام اعظمؒ کی تابعیت کا انکار کیا، ان سے مروی احادیث کا انکار کیا، امام اعظمؒ کے خلاف خطیب بغدادی کی جرح کو صحیح ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ حنفیت کے چیمپئن بننے والوں کو شرم نہیں آتی کہ ایسے لوگوں کے قول ہمارے خلاف پیش کرتے ہو؟۔ اس آدمی نے شارح بخاری علامہ عینی حنفیؒ کو متعصب لکھا۔

(التنکیل، ص201)

اس نے لکھا ہے کہ حنفی مذہب قاضیوں سے پھیلا انہوں نے زبردستی حنفیت کو رائج کیا اس وقت کے حکمران ان کے اشاروں پر چلتے اور جو حنفیت کا مخالف ہوتا اسے سخت اذیت دیتے اس طرح حنفیت پھیلی۔ (تنکیل، ص473)

دراصل علامہ کوثری حنفیؒ نے امام اعظمؒ کے دفاع میں ایک کتاب ''تانیب الخطیب'' لکھی جس کا اردو ترجمہ امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ کے فرزند حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن صاحب مدظلہ العالی نے ''امام ابوحنیفہؒ کا عادلانہ دفاع'' کے نام سے کیا معلّمی کی یہ تنکیل اسی تانیب کے خلاف ہے اس سے اندازہ لگالیں کہ اس کے دل میں امام صاحب کا کتنا بغض تھا۔ پھر محدث عصر کا یہی ممدوح محدث عصر کے مذہب میں گستاخ و دشمن اسلام (معاذ اللہ) ابن تیمیہؒ کو:

''شیخ الاسلام ابن تیمیہ''

(الانوار الکاشفہ لمافی کتاب اضواء علی السنۃ، ص271,272 مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

لکھتا ہے، اسی مطبوعہ کا حوالہ محدث عصر نے بھی دیا۔ کیا یہ اس محدث عصر کو تسلیم ہے؟ مسئلہ یہ ہے کہ محدث عصر صاحب نے بس کہیں سے کتاب یا مصنف کا حوالہ دیکھ لیا یا کسی نے بتا دیا اور بس ٹھک سے کتاب میں نقل کر دیا اور یہ سمجھے کہ ان بڑے بڑے ناموں سے فریق مخالف رعب میں آ جائے گا۔ الحمد للہ بندہ کو اللہ نے کم عمری میں مطالعہ کا ذوق دیا ہوا ہے بندہ نہ تو ان ناموں سے مرعوب ہوتا ہے اور نہ ان کے دھوکے میں آتا ہے۔ محدث عصر سے گزارش ہے کہ آئیندہ کسی کتاب یا عالم کا حوالہ دو تو پہلے اس کتاب کو مکمل اور اس عالم کی تمام کتب خود پڑھ لو اس کے بعد کسی کے خلاف اس کے اقوال کو پیش کرو۔

(۱۱،۱۲،۱۳،۱۴،۱۵) التویجری، شیخ عمر الحاجی، املاح، الہروی نے اس کو ضعیف کہا۔

(المقباس، ص50 تا 52)

چودہویں صدی کے ان متاخرین علماء کے اقوال کا حاکم ذہبی بیہقی رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین و دیگر متقدمین علماء کے مقابلے میں کوئی اعتبار نہیں حیرت ہے کہ حاکم وذہبی کی تصحیح کا تو اعتبار نہ ہو اور آج کے ان علماء کی جرح کا اعتبار ہو جائے پھر انہوں نے جس بنیاد پر ضعیف کہا وہ تمام دلائل آپ ماقبل میں نقل کر چکے ہیں جن کا جواب ہم دے چکے ہیں۔

جس شیخ حمود بن عبداللہ بن حمود التویجری (م1413) کا حوالہ دے رہے ہو اس نے جشن محفل میلاد کے خلاف دوسو سے زائد صفحات پر کتاب ''الرد القوی علی الرفاعی والمجھول وبن علوی و بیان اخطائھم فی المولد النبی'' کے نام سے لکھی جس میں میلاد منانے کو بدعت و ناجائز قرآن وحدیث کی مخالفت کہا اور شیخ عبداللہ بن باز کے فتوے کی مکمل تائید کی۔ محفل میلاد کو بدعت کہنے والا تو تمہارے نزدیک گمراہ ہے ایسے گمراہ کا حدیث کے متعلق حکم ہمارے خلاف کس اصول سے پیش کیا جا رہا ہے؟ اب اگر واقعی انصاف ودیانت ہے تو اس کی اس کتاب سے بھی اتفاق کا اعلان کرو۔ یہی شیخ حمود لکھتا

ہے:

''کلام شیخ الاسلام ابی العباس ابن تیمیه و غیره من اکابر العلماء ''۔(الرد القویم علی المجرم الاثیم ،ج1،ص194و345)

اسی طرح یہ آدمی نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب کا انکار کرتا ہے اور اس پر زبردست دلائل دیئے ملاحظہ ہو (،ج,1ص327تا329)

محدث عصر نے اس اثر کی تضعیف پر تویجری کا قول:

''الصواعق الشدیدۃ علی اتباع الھیئۃ الجدیدۃ طبع اول1388ھ''

سے پیش کیا۔حالانکہ اسی کتاب میں یہ شخص ابن عربی کوروئے زمین کا سب سے بڑا کافر لکھتا ہے معاذ اللہ اور ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام لکھتا ہے:

''وقد ثبت عند المحققین ان بن عربی من اکفر اھل الارض ......و قال شیخ الاسلام ابو العباس ابن تیمیه فیه و فی اشباهه انهم اکفر من الیهود والنصاری و کلام العلماء فی تکفیر ابن عربی کثیرا جدا''۔

(الصواعق الشدیدۃ علی اتباع الھیئۃ الجدیدۃ،ص140،الطبعة الاولی 1388ھ)اور مزید لکھا ہے:

''ولا خیر فی کتاب یشتمل علی تعظیمه و تعظیم اشباهه''۔(ص141)

اور جو محدث عصر صاحب نے محمود بن محمد الملاح کی ''الاحادیث الضعیفه والموضوعه التی حکم علیها الحافظ ابن کثیر فی تفسیره'' کا حوالہ دیا تو اسی کتاب میں نبی کریم ﷺ کے والدین کو احیاء کرنے والی احادیث کو بھی ذکر کیا(ص208،مکتبه العلوم والحکم)اس کو بھی مانو۔پھر محدث عصر کا دجل دیکھیں کہ وہاں امام بیہقی کی تصحیح کے ساتھ اس اثر کو نقل کیا ہے اور اس پر کوئی حکم نہیں لگایا ابن کثیرؒ نے۔

دھوکا ہی دھوکا

محدث عصر شرم وحیاء انصاف و دیانت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (م745ھ)اس اثر کی واقدی کے طریق سے سند کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:و ھذا حدیث لا شک فی وضعہ (البحرالمحیط فی التفسیر ج1 ص205 دارالفکر بیروت)اوراس اثر کے من گھڑت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔اسی بات کوعلامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی (م1270ھ)نے اپنی تفسیر روح المعانی14/338 میں نقل کیا''۔(المقباس،ص52)

محدث عصر صاحب کچھ تو شرم کریں خود لکھ رہے ہو کہ واقدی کے طریق سے مروی روایت کو موضوع کہا اور ہم نے جو اثر پیش کیا اس میں کہیں بھی واقدی نہیں ما قبل مضمون میں ہم اس اعتراض اور پھر اس کے جواب کی صراحت خود ہی کر چکے ہیں تو بحر محیط والے کا یہ قول ہمارے خلاف کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تو ایسا ہی ہے

مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ

کہاں کی مٹی کہاں کا روڑا

بھان متی نے یوں کنبہ جوڑا

اور پھر علامہ آلوسیؒ کی عبارت میں بھی بدترین دجل کیا ان کی پوری عبارت آپ کے شیخ الحدیث نے یوں نقل کی ہے:

''علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسیؒ متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
''علامہ ابوالحیان اندلسیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے اس اثر کو موضوع قرار دیا لیکن میں کہتا ہوں اس اثر کے صحیح ہونے میں کوئی عقلی وشرعی مانع نہیں ہے''۔

(تبیان القرآن ج12،ص94)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کتنا بڑا دھوکا و دجل کیا علامہ آلوسی حنفیؒ ابوالحیان کے اس قول کی تردید کررہے ہیں مگر یہ شخص تعصب میں اندھا ہوکر اس تردید کو چھپا دیتا ہے اور دھوکے کا طعنہ ہمیں دیتا ہے کہ ہم نے ''شاذ'' کے لفظ کو نقل نہیں کیا۔

علامہ آلوسیؒ کی اصل عبارت یہ ہے:

"ذکر ابو الحیان فی البحر نحوہ عن الخبر وقال ھذا حدیث لاشک فی وضعہ وھو من روایۃ الواقدی الکذاب و اقول لا مانع عقلا و شرعا من صحتہ". (روح المعانی ،ج28،ص143احیاء التراث الاسلامی لبنان)

واقدی کی توثیق فاضل بریلوی سے

پھر موصوف اس اثر کو بحر محیط والے کے حوالے سے موضوع قرار دے رہے ہیں کہ اس میں واقدی ہے حالانکہ واقدی کو فاضل بریلوی نواب احمد رضا خان صاحب ''ثقہ'' مانتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''(امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہے)امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے چنیں و چناں کہا ہے جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور ہے لاجرم تقریب میں کہا **متروک مع سعۃ علمہ** (علمی وسعت کے باوجود متروک ہے)اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک ان کی توثیق ہی راجح ہے''۔(فتاوی رضویہ جدید، ج5،ص526)

لیجئے واقدی بھی آپ حضرات کے نزدیک ثقہ ہے لہذا اس کی وجہ سے روایت کو موضوع کہنا بھی خود آپ کے گھر سے غلط ٹھرا۔اس سے ایک اور اصول بھی نکلا کہ جمہور کی جرح کے باوجود بھی راوی ثقہ ہوسکتا ہے اور شریک پر تو جمہور کی جرح بھی نہیں اور جو جرح ہے وہ بھی مبہم لہذا شریک جرح کے باوجود ثقہ ہے۔محدث عصر صاحب کل کے بچوں کی طرف سے لقب دے دینے سے کوئی آدمی حقیقۃ محدث عصر نہیں بن جاتا آپ نے بھی اسی خوش فہمی میں قلم اٹھایا اور جگہ جگہ ٹھوکریں کھائیں۔

نیز فاضل بریلوی صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

> ''ہمارے نزدیک یہی ثابت ہے کہ امام واقدی ثقہ ہیں جیسا کہ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمایا''۔

(فتاوی رضویہ، ج9،ص229)

اب اسی واقدی کی وجہ سے محدث عصر اس اثر کو موضوع قرار دے رہے ہیں لیکن ان کے

امام حنفی عالم کی رو سے اسے ثقہ قرار دے رہے ہیں۔یہاں ایک دفعہ پھر محدث عصر نے حنفیوں کی مخالفت کی اور حنفیوں کی مخالفت کرنے والوں پر ان کا اپنا فتوی ماقبل میں گزر چکا ہے۔

اثر ابن عباسؓ سے متعلق امام احمد بن حنبلؒ کی زیادت کے انکار کا جواب فاضل بریلوی کے اصول سے

یہاں ضمنا ایک اور بات ذکر کردوں کہ موصوف نے ہمارے خلاف سب سے بڑی اور مضبوط دلیل امام احمد بن حنبلؒ کی پیش کی کہ وہ اس زیادت کا انکار کرتے ہیں بوجہ عطاء بن سائب کے اختلاط کے۔اب دیکھیں نواب احمد رضا خان صاحب انہی امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

> ”علم وعمل کے کوہ گراں امام السنۃ احمد بن حنبل جیسی شخصیت نے فرمایا کہ ہمیشہ اللہ تعالی واقدی کا دفاع کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے معمر بواسطہ زہری اور نبہان کے حوالے سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے یہ حدیث نقل کی کہ کیا ”تم دونوں اندھی ہوگئی ہو“ گویا وہ ایسی شے لایا جس کے حل کی کوئی تدبیر نہیں کیونکہ صرف یونس کی حدیث ہے اس کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کی اور پھر یہی چیز واقدی کے بگاڑ کا ذریعہ بن گئی۔ اور یہ بیماری ہے جس کیلئے کوئی دوا نہیں جب علی بن مدینی نے واقدی سے کچھ سننے کا ارادہ کیا تو امام احمد بن حنبل نے انہیں لکھا کہ یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ آپ ایسے شخص سے حدیث لکھیں جو معمر سے حدیث نبہان روایت کرتا ہے حالانکہ یہ حدیث یونس ہے جس میں وہ متفرد ہے“۔

(فتاوی رضویہ جدید، ج23،ص663)

اس حوالے سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو امام احمد بن حنبلؒ کا تسامح کیونکہ یہ الفاظ بقول احمد رضا خان صرف زہری سے صرف یونس نے نہیں بلکہ تین افراد نے نقل کیے لہذا بالفرض امام احمد بن حنبلؒ یہ کہہ دیں کہ شریک نے عطاء بن سائب سے اختلاط کے بعد روایت لی

ہے تو ان کے اپنے تتبع تک ہوگا (یہ بھی علی سبیل التنزل کہہ رہا ہوں) ثانیاً خود نواب احمد رضا خان صاحب نے لکھا کہ امام احمد بن حنبلؒ واقدی سے روایت لینے کو منع کرتے تھے لیکن اس کے باوجود نواب احمد رضا خان صاحب نہ صرف واقدی کو ثقہ مانتے ہیں بلکہ اپنے فتاوی میں 8 سے زائد مقامات پر (میرے تتبع کی حد تک) واقدی سے روایت کو لیا ہے تو ہمیں امام احمد بن حنبلؒ کی مخالفت کا طعنہ کیوں دیا جا رہا ہے؟

موصوف ہم پر ناراض ہوتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ساجد خان نے حافظ ابن کثیر کے قول کہ یہ اسرائیلیات سے لی گئی ہے کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ''اللہ پاک ان پر اپنی رحمت کرے ان کا یہ قول بلا دلیل ہے۔ اصول یہ ہے کہ جب صحابی کا قول قیاس کے موافق نہ ہو تو نبی کریم ﷺ کی حدیث پر محمول کیا جائے گا''۔(صفحہ 28) حالانکہ اس کے رسول اللہ ﷺ کے فرمان نہ ہونے کی علماء نے تصریح فرمائی ہے اس کے باوجود ساجد خان کی ڈھٹائی تو سب پر سبقت لے گئی چنانچہ احمد بن عبدالکریم العامری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1143) نے اس کو الجد الحثیث فی بیان مالیس بحدیث برقم (24) دار الرایۃ الریاض میں ذکر کیا اور کہا کہ **ھو من کلام ابن عباس**''۔

(المقباس، ص86)

یہ ہے محدث عصر کی علمی لیاقت ہم نے ابن کثیرؒ کے قول کے متعلق کہا تھا کہ یہ ان کا دعوی بلا دلیل ہے بجائے اس پر کوئی دلیل پیش کرنے کے، ابن کثیرؒ سے بھی کئی سو سال بعد آنے والے ایک متاخر عالم کا قول پیش کر دیا اس پر بھی ہمارا وہی جواب کہ یہ قول بلا دلیل ہے۔ دلیل دو بھائی اقوال پیش نہ کرو۔ ہمیں ڈھٹائی کا طعنہ دینے والے اپنے گریبان میں جھانکیں کہ انوار کاشفہ والا ابن کثیرؒ کے اس قول کو غلط کہہ رہا ہے مگر کمال ڈھٹائی ملاحظہ ہو کہ اس کے اس قول کو نہیں مانتے اور نہ نقل کرتے ہو یہ ڈھیٹ پن کا سبق اپنے ممدوح انوار کاشفہ والے کو دو۔ پھر علامہ عبد الحئیؒ لکھنوی علامہ ابن کثیرؒ کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ

ابن کثیر کا اپنی طرف سے ایک احتمال بیان کرنا ہے جو اصول حدیث کے خلاف اور دعوی بلا دلیل ہے۔ (زجرالناس، ص22)

جناب علامہ عبدالحئیؒ لکھنویؒ اور انوار کاشفہ والا تو تمہارا اپنا آدمی ہے میں اگر ڈھٹائی کا مظاہرہ کررہا ہوں تو یہ لوگ تو ڈھیٹ نہیں ان ہی کی بات مان کر اپنے اس ڈھیٹ پن سے توبہ کرلو۔ پھر یہی عبدالکریم العامری اذان میں نبی پاک ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنے والی روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ نبی کریم ﷺ کا قول نہیں بعض سلف کے اقوال ہیں اس باب میں کوئی بھی چیز مرفوعا مروی نہیں ہاں بعض سلف سے اس قسم کی روایت منقول ہے۔

لا اصل له فی المرفوع نعم یروی عن بعض السلف

(الجد الحثیث، ص209، دارابن حزم)

تو جناب فرمائے کیا عامریؒ کے اس قول کو آپ تسلیم کرتے ہیں؟

اثر مذکور کی تصحیح کرنے والے

خلاصہ کلام:

اثر ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کو:

(۱) امام حاکم نے صحیح کہا۔

(۲) امام ذہبیؒ نے صحیح کہا۔

(۳) امام بیہقیؒ نے صحیح کہا

(۴) ابن حجرؒ نے شعبہ سے روایت کی سند کو صحیح کہا اور علامہ عبدالحئیؒ کے حوالے سے گزر چکا کہ یہ دونوں ایک ہی روایات ہیں ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں ایک دوسرے کی مخالف نہیں۔

(۵) علامہ قسطلانیؒ نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا۔

(۶) آکام المرجان نے اس سے استدلال کیا اور ذہبی کی تصحیح کو درست مانا۔

(۷) علامہ آلوسی حنفیؒ فرماتے ہیں کہ عقلا ونقلا اس روایت کے درست ہونے میں کوئی

مانع نہیں۔

(۸) فتح السلام والے نے بھی شعبہ کی روایت کو سندا صحیح کہا۔

(۹) علامہ عبدالحئیؒ نے اس اثر کی تصحیح پر پورے دو رسالے لکھے۔

(۱۰) حضرت علامہ عبدالغنی مجددیؒ جن کی تقریظ زجر الناس پر ہے۔

(۱۱) مولانا احسن نانوتویؒ

(۱۲) مولانا لطف اللہ علی گڑھی

(۱۳) مولانا سعد اللہ صاحب مرحوم

(۱۴) سید نذیر حسین دہلوی

(۱۵) سید شریف حسین

(۱۶) سید امیر احمد

(۱۷) ملا محمد صدیق

(۱۸) محمد عبدالغفار

(۱۹) محمد عبدالعزیز

(۲۰) حفیظ اللہ

(۲۱) علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی نے اس کو سندا صحیح کہا

مزید تفصیل کیلئے ''نصر المومنین فی رد قول الجاہلین'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

محدث عصر صاحب علامہ سخاویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''پس آپ نے تصحیح بیہقی کا رد تو ابن کثیر کے قول سے کردیا اور اس کے بعد کوئی ایسا جملہ نہیں لکھا جس سے معلوم ہو کہ آپ اس کے صحیح یا حسن ہونے کے قائل ہیں''۔

(المقباس، ص48)

اسی اصول کو اب ہم یہاں فٹ کریں گے کہ جن علماء نے بیہقی کی تصحیح کو نقل کیا مگر اس تصحیح پر کسی قسم کا تعاقب نہیں کیا، ان علماء نے تصحیح کو نقل کیا اور ابن کثیر کا قول یا سیوطی کا قول رد میں

پیش نہیں کیا اور تصحیح پر کسی قسم کی جرح نہیں کی جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حضرات بھی اس اثر کی تصحیح کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(۱) اللباب فی علوم الکتاب، ج1 ص491
(۲) الدر المنثور، ج8 ص211 للسیوطیؒ
(۳) فتح القدیر، ج5 ص296 للشوکانی
(۴) فتح الباری ج6 ص293
(۵) عمدۃ القاری ج15 ص111 لابن حجر العسقلانی
(۶) فیض القدیر، ج3 ص365 للمناوی
(۷) ارشاد الساری، ج5 ص252 للقسطلانیؒ
(۸) ذخیرۃ العقبی، ج11، ص360
(۹) فتح السلام، ج 5 ص343
(۱۰) النجم الوہاج، ج2 ص108

ان سب نے بیہقیؒ کی تصحیح کو نقل کیا اور اس پر رواۃ حدیث کے سلسلے میں کسی قسم کی کوئی جرح نقل نہیں کی جس طرح کہ ہمارے موجودہ نام نہاد محدث عصر کر رہے ہیں ہاں یہ درست ہے کہ شاذ کو بھی ذکر کیا لیکن ہم وہ دلائل قاہرہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ شاذ صحت حدیث کیلئے مانع نہیں کیونکہ شاذ مقبول ہے اس پر جو جاہلانہ اشکال محدث عصر صاحب نے وارد کیا تھا اس کا دندان شکن جواب بھی ماقبل میں گزر چکا ہے۔ تو تصحیح کرنے والے کل 30 ہوئے۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ کسی حدیث پر عمل کرنے کیلئے اتنا کافی ہے کہ ایک یا دو عادل صالح نے اس کی توثیق بیان کی ہو (الحاوی للفتاوی ج1 ص462)

اور یہاں تو توثیق بیان کرنے والوں کی ایک پوری جماعت ہے۔ کیا یہ سب ختم نبوت کے منکر ہیں؟ محدث عصر نے اپنی اس پوری کتاب میں یہ تاثر دیا کہ یہ اثر ختم نبوت کے خلاف ہے کتاب کے ہر ہر صفحہ پر ''ختم نبوت منکر'' لکھا کتاب کا عرض ناشر لکھنے والے کے نزدیک معاذ اللہ مولانا قاسم نانوتویؒ نے ختم نبوت کا انکار کیا اور اس کی اساس یہی اثر ابن عباس ہے (ملخصا المقباس، عرض ناشر)

اب جواب دیں کہ کیا یہ سب محدثین وعلماء خصوصا علامہ عبدالحئی لکھنویؒ کیا ختم نبوت کے منکر ہیں جو اس اثر کی تصحیح کے درپے پر ہیں؟ مزے کی بات کہ مولانا احمد رضا خان کے والد مولانا نقی علی خان کے بارے میں محدث عصر کی جماعت والوں نے لکھا:

''سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس تنازعہ میں ان تمام علماء نے جو صحت اثر ابن عباس کے قائل نہ تھے مولانا نانوتوی کی تکفیر کی مگر مولانا نقی علی خان نے انتہائی احتیاط سے کام لیا اور مولانا نانوتوی کی تکفیر نہیں کی اور ان کے عقیدہ کو عقیدہ اہلسنت کے خلاف قرار دیا اس کا ثبوت مفتی حافظ بخش آنولوی کی مندرجہ ذیل تحریر ہے:

''مولوی صاحب ممدوح کو کسی کی تکفیر مشتہر کرنے سے کیا غرض تھی نہ آپ کی یہ عادت مسائل جو مہر کے واسطے آتے ہیں جواب علیحدہ لکھ دیتے ہیں کسی کی تحریر سے تعرض نہیں کرتے''۔(تنبیہ الجہال، ص 23)۔

(بحوالہ مولانا نقی علی خان، ص 110 ادارہ تحقیقات امام احمد رضا)

لیجئے آپ تو اس اثر کی تصحیح کرنے والوں کی تکفیر کے در پر ہیں مگر آپ کے امام تو اس کے قائل نہ تھے اب ہم مسلمانوں کی تکفیر کرنے پر آپ کو کافر مانیں یا کافر کو کافر نہ ماننے پر آپ کے امام کو کافر مانیں؟

نیز محدث عصر صاحب لکھتے ہیں:

''شاگرد رشید علامہ محمد بن احمد اللہ تھانوی (متوفی 1296ھ) نے ''قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس'' تحریر کیا جو کہ ''اعلی پریس میرٹھ'' سے شائع ہوا''۔(المقباس، ص 2) اس کے علاوہ ص 76، 77 میں بھی قسطاس کو اپنی تائید میں پیش کیا اور پھر کہتے ہیں:

''مگر ساجد خان جیسے دیدہ کور کو کچھ نظر نہیں آرہا کیونکہ تعصب کی عینک جب تک چڑھی ہو انصاف وعدل میں سے کیا نظر آئے گا''۔

(المقباس، ص 77,78)

محدث عصر کے یہ ممدوح حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''صاحب رسالہ تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباسؓ کے یقین کامل ہے وہ

معتقد اس عقیدہ فاسد کے نہیں ہیں کیونکہ ان کا مجھ کو احوال بخوبی معلوم ہے''۔
(قسطاس، ص 276)

لیجئے بقول آپکے ''ایک جماعت علماء کے اقوال فتاوی بے نظیر، قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس، تنبیہ الجہال وغیرہ میں موجود ہیں''۔ (المقباس، ص 77)

یہ تمام علماء کی جماعت اس امر پر متفق ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کسی عقیدہ فاسدہ انکار ختم نبوت کے قائل نہیں کیونکہ یہ حضرات ان کو جانتے ہیں مگر آج آپ ان کو ختم نبوت کا منکر معاذ اللہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں یہ علماء اگر اس اثر کی تصحیح میں ہمارے ساتھ نہیں تو مولانا نانوتویؒ کی تکفیر میں آپ کے ساتھ بھی تو نہیں۔ اب جواب دیں کہ اثر کی تصحیح نہ کرنا بڑی بات ہے یا کسی منکر ختم نبوت کی تکفیر نہ کرنا بنیادی مسئلہ ہے؟ اور دیدہ کور میں ہوں یا آپ؟ اور تعصب کی عینک چڑھائے اندھوں کی طرح آپ ادھر ادھر پھر رہے ہیں یا یہ عاجز؟

حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ مخالفین کے اکابر کی نظر میں

قارئین کرام! مقباس نامی کتاب میں محدث عصر اور اس کی پارٹی نے اپنے پیشروؤں کے رستے پر چل کر جگہ جگہ حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ پر تبرا بازی و دشنام طرازی کی ہے مثلاً عرض ناشر لکھنے والا لکھتا ہے:

''موصوف نے ایڑی چوٹی کا زور تو صرف کیا کہ کسی طریقہ سے اثر ابن عباس کی تصحیح ثابت کر کے شیخ قاسم نانوتوی دیوبندی (جس کے خلاف امام اہل سنت اعلی حضرت۔۔۔ نے کفر کا فتوی دیا تھا اور علمائے حرمین شریفین سے تصدیقات حاصل کی تھیں) کی رسوائے زمانہ تصنیف تحذیر الناس جس میں ختم نبوت کے اجماعی معنی کو چیلنج کیا گیا ہے''۔ (المقباس عرض ناشر پہلا صفحہ)

محدث عصر صاحب حجۃ الاسلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ساجد خان کو صرف تصحیح ہی نظر آرہی ہے فقط اس لئے کہ بڑے بزرگ کے کارنامے پر پردہ ڈالا جائے جس میں اس نے اجماع امت سے انحراف کیا''۔ (المقباس، ص 30)

اب آئے آج کے ان نام نہاد محققین کے مقابلے میں جن حضرات کو یہ لوگ اپنا اکابر تسلیم کرتے ہیں وہ حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

حضرت نانوتوی ولایت محمدیہ پر فائز ہیں

مولوی نور بخش توکلی کا شمار بریلویوں کے جید اکابر میں ہوتا ہے اور تذکرہ اکابر اہلسنت میں مولوی عبد الحکیم شرف قادری نے ان کو اپنے اکابر میں شمار کیا ہے۔انہوں نے مشائخ نقشبندیہ کے حالات پر ایک کتاب لکھی ہے اسی کتاب میں اپنے شیخ سائیں توکل شاہ انبالوی کا ایک خواب نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

> ''حضرت مخدومنا توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بر سبیل تذکرہ عاجز سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لے جارہے ہیں۔میں اور مولانا محمد قاسم دیوبندی دونوں حضور ﷺ کے پیچھے دوڑے کہ جلد حضور تک پہنچیں۔مولانا محمد قاسم صاحب تو وہاں اپنا قدم رکھتے تھے جہاں حضور رسول اکرم ﷺ کے قدم مبارک کا نشان ہوتا تھا''۔

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ:ص 527 مشتاق بک کارنر لاہور)

الحمدللہ قارئین کرام اس مبارک خواب سے آپ اندازہ لگالیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کس قدر نبی ﷺ کی سنتوں اور پیروی کے پابند تھے کہ آپ کا کوئی بھی قدم نبی ﷺ کے نقش قدم مبارک کے خلاف نہ پڑتا۔ہم یہاں اس قسم کے واقعہ کی تشریح بریلوی شیخ الحدیث و التفسیر مولوی فیض احمد اویسی کے الفاظ میں کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

> ''ہر ولی کے قدم نبی کے قدم پر ہوتے ہیں اور میرا قدم میرے جد مکرم ﷺ کے قدموں پر ہے حضور کا قدم اٹھتے ہی میں نے اپنا قدم آپ کے نشان پر رکھا۔میرا یہ قدم اقدام نبوت پر ہوتا ہے اس مقام کو نبی کے بغیر کوئی نہیں پاسکتا اور یہ بات جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کیلئے خاص تھی''۔

(تحقیق الاکابر فی قدم الشیخ عبد القادر:ص 21،مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

ہم سمجھتے ہیں کہ سائیں توکل شاہ صاحب کے اس خواب پر اس سے بہتر تبصرہ نہیں کیا جا سکتا مولوی فیض اویسی نے حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس بات کو نقل کیا ہے کہ ہر ولی کا قدم نبی پاک ﷺ کے قدم پر ہوتا ہے اور آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قدم بھی نبی ﷺ کے قدم پر ہی تھا مگر یہاں بریلویوں کو ایک عقدہ حل کرنا ہوگا کہ جب اس مقام کو سوائے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی اور حاصل نہ کر سکا تو حضرت نانوتوی نے اس مقام کو کیسے پا لیا؟؟؟۔بینوا وتو جروا

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں ''ولایت محمدیہ ﷺ'' کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''اس طرح کہ ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیہ کے اولیاء کے اجسام طاہرہ کو بھی اس ولایت کے درجات کمالات سے حصہ ملتا ہے''۔

اب وہ اولیاء اللہ کون ہیں جنہیں یہ مقام حاصل ہوتا ہے؟ آگے خود اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ:

> ''اور وہ اولیاء جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی کمال متابعت سے موصوف ہیں اور آپ کے قدم مبارک کے نیچے چلتے ہیں انہیں بھی اسی مرتبہ مخصوصہ سے حصہ ملتا ہے''۔

(مکتوبات: دفتر اول، حصہ سوم، مکتوب نمبر 135، مترجم مولوی سعید احمد بریلوی)

اس حوالے کو تذکرہ مشائخ نقشبندیہ میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ سے ملائیں تو نتیجہ خود ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت حجۃ الاسلام ''ولایت محمدیہ'' سے متصف تھے۔فللہ الحمد۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان اللہ اور اس کی بارگاہ میں مقبول ہے

مولوی نور بخش توکلی صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کے متعلق بریلوی حضرات کا یہ کہنا کہ یہ کتاب اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوئی اور وہاں سے اسے شرف قبولیت بخشا گیا اس کتاب میں توکلی صاحب لکھتے ہیں:

> ''مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ''

(سیرت رسول عربی: ص 563 مکتبہ اسلامیہ لاہور)

ہم بریلوی حضرات سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا منکر ختم نبوت کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہنا جائز ہے؟

خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب

بریلویوں کے قمر الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''میں نے تحذیر الناس کو دیکھا میں مولانا محمد قاسم صاحب کو مسلمان سمجھتا ہوں مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا''۔

(ڈھول کی آواز، ص 116، ثنائی پریس سرگودھا)

غور فرمائیں بقول قمر الدین صاحب کے اعتراض کرنے والوں میں اتنی عقل اور سمجھ بوجھ ہی نہیں کہ وہ ''تحذیر الناس'' کو سمجھ سکیں۔ خیال رہے کہ قمر الدین سیالوی صاحب کے اس موقف کی تصدیق بریلویوں نے بھی کی چنانچہ حاجی محمد مرید احمد چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضور شیخ الاسلام سیالوی نے ایک مرتبہ کسی دیوبندی مولوی کے سامنے مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کے بارے میں چند الفاظ فرمائے، اسے خانوادہ دیوبند نے بڑے پیمانے پر شائع کیا''۔

(فوز المقال: ج ۳، ص 553، انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ)

خواجہ غلام فرید چاچڑاں

''مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی حاجی صاحب کے مرید اور خلیفہ اکبر ہیں۔ ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرہم۔۔۔ اگرچہ دار العلوم دیوبند کے بانی مبانی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دار العلوم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ کے حکم پر جاری ہوا۔

(مقابیس المجالس: ص 352)

اس ملفوظ پر مندرجہ ذیل حاشیہ لکھا گیا ہے:

''حضرت خواجہ صاحب کے اس ملفوظ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور اہل طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی حضرات غلط فہمی سے ان کو وہابی کہتے ہیں''۔

مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کو بریلوی مورخ ملت عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے اپنے اکابر میں تسلیم کیا ہے۔اور اپنی کتاب ''تذکرہ اکابر اہلسنت'' کے صفحہ 391تا392 پر انکا تفصیلی ذکر کیا ہے ان کی ایک معروف کتاب ''حدائق الحنفیہ'' کے متعلق قادری صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حدائق الحنفیہ (حنفی علماء کا تذکرہ) وغیرہ وغیرہ اس کتاب کو سب سے زیادہ شہرت ملی''۔

(تذکرہ اکابر اہلسنت:ص392 نوری کتب خانہ)

آئے دیکھتے ہیں کہ اس ''حدائق الحنفیہ'' میں مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کن الفاظ میں ملتا ہے:

''مولانا محمد قاسم بن شیخ اسد علی بن غلام بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی ہاشم نانوتوی ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے نام تاریخی آپ کا خورشید حسین ہے ۔ علامہ عصر،فہامہ دہر،فاضل متبحر،مناظر،مباحث ،حسن التقریر،ذہین،معقولات کے گویا پتلے تھے ۔ آپ لڑکپن سے ہی ذہین ،طباع ،بلند ہمت ،تیز و وسیع حوصلہ ، جفاکش جری تھے ۔مکتب میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ اول رہتے تھے ۔قرآن شریف بہت جلد ختم کرلیا۔خط اس وقت بھی سب لڑکوں سے اچھا تھا۔نظم کا شوق اور حوصلہ تھا اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے چھوٹے چھوٹے رسالے اکثر نقل کئے عربی آپ کو شیخ نہال احمد نے شروع کروائی ،پھر آپ سہارنپور میں اپنے نانا کے پاس چلے گئے اور وہاں

مولوی محمد نواز سے کچھ فارسی اور عربی کتابیں پڑھیں ۔۱۲۶۰ میں مولوی مملوک علی کے پاس دہلی میں تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور حدیث کو شاہ عبد الغنی محدث سے پڑھا جب تحصیل سے فارغ ہوئے تو چندے مدرسہ عربی سرکاری واقع دہلی میں مدرس رہے پھر مطبع احمدی میں تصحیح کتب پر مقرر ہو گئے اوت تحشیہ و تصحیح بخاری شریف کا کام انجام دیا۔آپ کا قول ہے کہ بایام طالب علمی میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے ہزاروں نہریں نکل کر جاری ہو رہی ہیں جناب والد صاحب سے ذکر کیا تو فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض بہ کثرت جاری ہوگا ۔۱۲۷۷ھ میں حج کیا اور دیوبند کے عربی مدرسے کے سر پرست مقرر ہوئے ۔۱۲۸۵ھ میں پھر حج کو چلے گئے اور مراجعت کے بعد دہلی میں واپس آ کر تدریس و تنشیر علوم میں مشغول ہوئے۔سب کتابیں بے تکلف پڑھاتے اور اس طرح کے مضامین بیان فرماتے کہ نہ کسی نے سنے نہ کسی نے سمجھے،اور عجائب و غرائب تحقیقات ہر فن میں کرتے جس سے تطبیق اختلاف اور تحقیق ہر مسئلہ کی بیخ و بن تک ہو جاتی تھی۔پادری تاراچند کو آپ نے مباحثہ میں ساکت کیا ۔۱۲۹۳ھ میں چاند پور ضلع شاہجہانپور میں جو تحقیق مذہبی کا ایک میلہ قائم ہوا تھا اور ہر مذہب کے عالم وہاں جمع ہوئے تھے اس میں آپ نے ابطال تثلیث و شرک اور اثبات توحید کو ایسا بیان کیا کہ حاضرین جلسہ مخالف و موافق مان گئے ۔۱۲۹۴ھ میں پھر اس میلہ میں پنڈت دیانند سرسوتی کے ساتھ گفتگو کی اور بحث وجود اور توحید کا ایسا بیان کیا کہ حاضرین کو سوائے سکوت اور استماع کے اور کچھ کام نہ تھا پھر عیسائیوں سے تحریف میں گفتگو ہوئی اور عیسائی ایسے بے سرو پا بھاگے کہ ٹھکانہ نہ معلوم ہوا حتی کہ اپنی بعض کتابیں بھی بھول گئے ۔ان مباحثوں کا حال آپ نے ایک رسالے میں مرتب کیا اور اسکا نام حجۃ الاسلام رکھا اسی سال آپ پھر حج کو تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو تپ میں مبتلا ہو کر کسی قدر عرصہ تک بیمار رہے ۔اسی

عرصہ میں دیانند سرسوتی نے پھر مسلمانوں کے مذہب استقبال قبلہ پر اعتراض کرنا شروع کیا جسکے جواب میں آپ نے ایک رسالہ قبلہ نما تصنیف کیا۔ یوم پنجشنبہ ظہر کے وقت ۴ جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ میں ذات الجنب اور تپ کے عارضہ سے وفات پائی اور قصبہ نانوتہ میں دفن کئے گیے۔ مباحث روشن نفس آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ سے مولوی محمد حسن دیوبندی اور مولوی فخر الحسن گنگوہی اور مولوی احمد حسن امروہی وغیرہ وغیرہ نے پڑھا''۔

(حدائق الحنفیہ :ص491 تا493،نولکشور پریس لکھنو ماہ اکتوبر1906 مطابق شعبان1324)

اس کتاب کے مقدمے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ وجہ تالیف لکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''میں مفتقر الی الصمد فقیر محمد جہلمی بن حافظ محمد سفارش مرحوم مدت سے اس زمانہ کے اکثر غیر مقلدین کو جو اپنے آپ کو ہمچو دیگرے نیست سمجھتے ہیں اپنی جہالت سے علمائے کرام خصوصا فقہاء عظام حنفیہ رحمہم اللہ کی تحقیر و توہین کرتے دیکھتا اور ان کے حق میں طرح طرح کے طعن علمی کرتے سنتا تھا اور تعجب سے کہتا تھا کہ الٰہی ان لوگوں کی عقل و سمجھ پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنی عمدہ تصانیف و توالیف کے ذریعہ سے علم شریعت کو اطراف و اکناف عالم میں پھیلایا اور محض جن کے طفیل سے علم رسالت پناہی ان تک پہنچا انہیں پھر یہ عقل کے پتلے اپنی سوء فہمی سے بے علمی و بے بضاعتی علوم قرآن و حدیث کا دھبہ لگاتے ہیں۔

اور چاہتا تھا کہ فقہاء عظام و علمائے کرام حنفیہ کے تراجم و حالات میں ایک مفصل کتاب لکھوں اور ان کے مدح و مراتب علوم حدیث و فقہ وغیرہ کو جو اس وقت کے علماء و فضلاء کو انکا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہوا مع سلسلہ سند تلمذ و روایت و تاریخ ولادت و وفات وغیرہ حالات کے ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے معرض تحریر میں لاؤں کہ جسکو دیکھ کر یہ بے ادب و گستاخ خود

بخود منفعل و شرمسار ہو جائیں"۔

(حدائق الحنفیہ :ص2،3۔رقم المادہ:11ء259)

مندرجہ بالا عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اکابر علماء وفقہاء احناف میں ہوتا ہے۔

(۲) قرآن وحدیث میں علماء کی جتنی فضیلتیں آئیں ہیں مولانا ان سب کے حقدار ہیں۔

(۳) ان علماء کی تصانیف وتوالیف (جن میں مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحذیر الناس بھی شامل ہے) دنیا کے کونے کونے تک علم رسالت کو پہنچانے کا ذریعہ بن رہی ہے۔

(۴) ان پر اعتراض کرنے والے غیر مقلدین نظریہ رکھنے والے ہیں۔

(۵) موجودہ زمانے کے علماء (جن میں مولوی احمد رضا خان بھی شامل ہے)ان علماء کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

(٦) ان کی تصانیف پر اعتراض کرنے والے ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانے والے جاہل ہیں اوران کی عقل وسمجھ پر پتھر پڑ چکے ہیں۔

(۷) آج بریلوی جن علوم رسالت کا دعوی کررہے ہیں وہ بھی انہی اکابرین امت کے طفیل سے ان تک پہنچا۔

(۸) فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اسی لئے لکھی کہ شائد ان اکابرین امت کے حالات پڑھ کران پر اعتراض کرنے والے خدا کا خوف کریں اور یہ بے ادب و گستاخ شرمسار ہوں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ بریلوی حضرات نے جہلمی صاحب کی کتاب جن کو یہ اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پڑھ کر یقیناً اپنے کرتوتوں پر شرمسار ہورہے ہونگے ۔اور آئیندہ حضرت کی شان میں گستاخیوں اور بے ادبیوں سے سچی توبہ کریں گے۔

حضرت فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی مرحوم

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی جنہیں بریلوی بھی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں بلکہ احمد رضا خان صاحب کے دوستوں میں ان کا شمار کرتے ہیں ان کے خلیفہ شاہ تجمل حسین صاحب بہاری اپنی کتاب ''کمالات رحمانی''میں لکھتے ہیں کہ:

''اب جو بیعت کا عزم ہوا کہ مجھ کو عقیدت اور غلامی مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھی ۔آپ (یعنی حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب) کو کشف سے معلوم ہوا آپ نے حضرت مولانا (یعنی مولانا محمد قاسم صاحب) کی تعریف کی کہ اس کم سنی میں ان کو ولایت ہوگئی۔

(فیصلہ خصومات از محکمہ دار القضات:ص 36، مکتبہ امداد الغرباء سہارنپور باردوم)

مولوی نذیر احمد صاحب رامپوری بریلوی

''مجھ کو خوف اسکا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے جو دیوبند کے مدرسہ کی تعمیر فرمائی اہل اسلام کو علم دین کی راہ بتلائی''۔

(البوارق اللامہ:ص 24: در مطبع پرسادت واقع بمبئی)

مولانا نذیر احمد صاحب کا تعلق اہل بدعت کے طبقے سے ہے انہوں نے براہین قاطعہ کا رد بوارق لامعہ کے نام سے لکھا انوار ساطعہ پر ان کی تقریظ بھی موجود ہے ۔آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ صاحب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو مرحوم اور علوم دین کا ناشر مان رہے ہیں۔

مولوی دیدار علی شاہ

مولوی ابوالحسنات قادری کے والد مولوی دیدار علی شاہ صاحب مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''اور مولانا واستاذنا رئیس المحدثین مولانا محمد قاسم صاحب مغفور حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم و مغفور محدث سہارنپوری کے فتوے اجوبہ سوالات خمسہ کی نقل زمان طالب علمی میں کی ہوئی احقر کے پاس موجود ہے''۔

(رسالہ تحقیق المسائل: ص31 مطبوعہ لاہور پرنٹنگ پریس طبع ثانی)

پیر کرم شاہ بریلوی ازہری

پیر کرم شاہ بریلوی جن کا شمار بریلوی اکابر میں ہوتا ہے اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:

''حضرت قاسم العلومؒ کی تصنیف لطیف مسمی بہ تحذیر الناس کو متعدد بار غور و تامل سے پڑھا اور ہر بار نیا لطف و سرور حاصل ہوا علماء حق کے نزدیک حقیقت محمدیہ علی صاحبھا الف الف صلاۃ وسلاما متشابھات سے ہے اور اس کی صحیح معرفت انسانی حیطہ امکان سے خارج ہے لیکن جہاں تک فکر انسانی کا تعلق ہے حضرت مولانا قدس سرہ کی یہ نادر تحقیق کئی شپرہ چشموں کیلئے سرمہ بصیرت کا کام دے سکتی ہے''۔

(خط پیر کرم شاہ)

مگر افسوس کہ اس ''سرمہ بصیرت'' سے احمد رضا خان صاحب کام نہ لے سکے۔ پیر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

''یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلاشبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتویؒ ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے''۔

(تحذیر الناس میری نظر میں: ص58، ضیاء القرآن پبلیشرز)

اس حوالے سے صراحتا ثابت ہوا کہ اگر کوئی تعصب کی عینک اتار کر تحذیر الناس کو پڑھے تو اسے اس میں ختم نبوت کا انکار نہیں بلکہ حقیقت محمدیہ کی معرفت اور ہر بار پڑھنے پر ایک نیا سرور حاصل ہوگا۔

مولانا نانوتوی اور علمائے فرنگی محل

مولوی احمد رضا خان کے دیرینہ دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی جنہیں بریلوی اپنے اکابر میں سے شمار کرتے ہیں خاص کر ہندوستان میں خوشتر نورانی بریلوی کا رسالہ جام نور تو انہیں اپنے قائدین میں سے شمار کرتا ہے۔ یہ مولانا عبد الباری صاحب علمائے دیوبند کے بارے

میں اپنے اور اپنے اکابر اور علمائے فرنگی محل کا موقف ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

''ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں ان کو ان سے کبھی محروم نہیں رکھا مولوی قاسم صاحب کے نام کے خط و کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم، ص 16 حسنی پریس بریلی)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ مولانا عبدالباری اور ان کا خاندان علمائے دیوبند کو مسلمان سمجھتے تھے اور اس کی وجہ بھی لکھ دی کہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے دیرینہ تعلقات تھے اور خط و کتابت بھی ہوتی تھی انہیں خطوط کو پڑھ کر مولانا عبد الباری صاحب نے یہ اصولی موقف اپنایا۔

مولوی خلیل خان برکاتی بریلوی

''فقیر کا موقف بفضلہٖ تعالی بعد تحقیق صحیح کے اکابر علماء دیوبند یعنی مولوی اشرف علی صاحب مرحوم، مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم وغیرہ کے بارے میں یہ ہے کہ فقیر ان کو کافر و مرتد کہنے کے سخت خلاف ہے کیونکہ امر محقق یہی ہے پھر یوم قیامت کے ہولناک حالات کا اندیشہ اور اپنے دین و ایمان کا تحفظ اور حساب کے دن کی سہولت اسی میں ہے احادیث صحیحہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس نشان کی زد میں دو میں سے ضرور آئے گا یا وہ جس کو کہا گیا یا جس نے کہا''۔ (انکشاف حق: ص 37، 38)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور اکابر دیوبند کی تکفیر کرنے والوں کو نہ تو یوم حساب کا کوئی اندیشہ ہے نہ اپنے دین و ایمان کے تحفظ کی کوئی پرواہ۔

اسی طرح حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ:

ان تصریحات کے بعد کون مسلمان باانصاف یہ کہے گا کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ آخری نبی نہیں اس کو تو وہ خود صاف صاف تصریح فرما رہے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کو جو آخری نبی نہ مانے وہ کافر ہے بلکہ اس میں تامل کرے وہ بھی کافر ہے''۔

(انکشاف حق: ص114،115)

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> ''جو شخص مجھ سے محبت وعقیدت رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ (جو کمالات ظاہری و باطنی کے جامع ہیں) میری جگہ بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھے اگرچہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں۔ اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان کے ایسے لوگ زمانے میں نہیں پائے جاتے ہیں اور ان کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے اور سلوک کے طریقے (جو اس کتاب میں ہیں) ان کے سامنے حاصل کرے انشاء اللہ بے بہرہ نہ رہے گا خدا ان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند مرتبوں تک پہنچائے اور ان کے نور ہدایت سے دنیا کو روشن کرے اور حضور سرور عالم ﷺ کے صدقے میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھے''۔

(ضیاء القلوب: ص72،73)

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ومرتبہ خود بریلوی حضرات کے ہاں کیا ہے اس کیلئے بندہ صرف ایک حوالہ دینے پر اکتفاء کرے گا مشہور بدعتی عالم مولوی عبدالسمیع رامپوری صاحب حاجی صاحب کو ان القابات سے نوازتے ہیں:

> ''اختتام کلمات بکلمات طیبات مرشد زماں ہادی دوراں حضور مرشدی مولائی ثقتی ورجائی المشتہر بالالسنۃ والافواہ الحافظ الحاج المہاجر مولانا شاہ امداد اللہ متع اللہ المسلمین بامدادہ وارشادہ وتقواہ''۔

(انوار ساطعہ: ص555،ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

یاد رہے کہ ''ضیاء القلوب'' کو مولوی حنیف قریشی نے اپنی کتاب ''نداء الاخیار'' میں حاجی

صاحب کی کتاب تسلیم کیا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ مولانا نانوتوی صاحب سمیت جیدا کابر دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداداللہ مہاجرمکی رحمۃ اللہ علیہ۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت حاجی صاحب نے ان دو حضرات کیلئے دعا کی کہ ان کا فیض تا قیامت جاری رہے الحمدللہ یہ اسی دعا کی برکت ہے کہ اعلی حضرت سمیت ہر چھوٹے بڑے اعلی حضرتی بریلوی نے ان علماء کو بدنام کرنے اور عوام میں ان کا اثر رسوخ کم کرنے کی ہر ممکن اور سر توڑ کوشش کی مگر الحمدللہ یہ اسی دعا کا اثر ہے کہ ان کا فیض ایسا جاری ہوا اور مسلک دیوبند کے اثر رسوخ اور فیض رسانی کا اندازہ اس سے لگالیں کہ حال ہی میں ''تحفظ ناموس رسالت'' کے متعلق خود صاحبزادہ ابوالخیر یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ اگر دیوبند اور دیگر جماعتیں ساتھ نہ دیتی تو ہم بریلوی اکیلے کبھی ناموس رسالت کے قانون کا تحفظ نہیں کر سکتے تھے، مگر کتنے افسوس کی بات ہے اور کس قدر ڈھٹائی اور سینہ زوری کا مظاہرہ ہے کہ جن کے دم خم سے اس ملک میں پیارے آقا ﷺ کے تحفظ کا قانون موجود ہے آج انہیں کو گستاخان رسول کہا جاتا ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

خلاصہ کلام: قارئین کرام غور فرمائیں کہ احمد رضا خان صاحب نے علمائے دیوبند کیلئے بالعموم اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بالخصوص یہ فتوی دیا کہ:

''یہ گستاخان رسول ﷺ ہیں کافر مرتد ہیں ان کو مسلمان سمجھنے والا بلکہ ان کے کفر میں توقف کرنے والا بھی انہی کی طرف کافر و مرتد ہے ان کا ذبیحہ حلال نہیں ان کا نکاح کسی جانور سے بھی نہیں ہوتا ان کی توہین فرض ہے ان سے سلام کلام دعا جلوس سب حرام ہے معاذ اللہ''۔

مگر دوسری طرف نور بخش توکلی صاحب، خواجہ غلام فرید صاحب، فقیر محمد جہلمی صاحب، پیر کرم شاہ ازہری، مولوی دیدار علی، نذیر احمد دہلوی، علمائے فرنگی محل، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، خواجہ قمر الدین سیالوی، خلیل الرحمٰن برکاتی جو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کامل درجے کا مسلمان، ولی اللہ سمجھتے ہیں کیا یہ سب حضرات احمد رضا خان کے فتوں کی

زد میں نہیں آتے؟ اور جو بریلوی ان حضرات کو اپنے اکابر میں تسلیم کرتے ہیں کیا وہ بھی احمد رضا خان صاحب کے فتووں سے کسی طرح بچ سکتے ہیں؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الحمد للہ آج مورخہ 24 رجب المرجب 1438 ہجری بمطابق 24 اپریل 2017 یک شنبہ بوقت شب 12:04 پر المقباس کے جواب سے فراغت حاصل ہوئی اللہ اسے اپنے دربار میں قبول و منظور فرمائے اور راقم کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین۔

مکتبہ شیخ الاسلام
کی اہم مطبوعات

- اپنا گھر بچائیے!
- اجتہاد و تقلید (تحریر)
- احکام نماز مع احادیث و آثار
- ازالۃ الوسواس عن اثر ابن عباس
- الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب
- اصول مناظرہ
- اعتکاف کورس
- السامی (حسامی کا نوٹ)
- المہند اور اعتراضات کا علمی جائزہ
- امور خانہ داری میں حسن انتظام
- اہل حدیث اور انگریز
- اہل حق اور اختلافات کی حقیقت
- بارہ مسائل
- بہشتی زیور پر اعتراضات کے جوابات
- بیس رکعات تراویح کا ثبوت
- تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب
- تحفۃ الایضاح شرح مقدمہ ابن صلاح
- تحفۃ الحسین
- تراویح کا مسئلہ تنازع نہ بنایا جائے
- تذکیر شرح اردو نحو میر
- تناقضات زبیر علی زئی
- جی ہاں فقہ حنفی قرآن و حدیث کا نچوڑ ہے
- چالیس مسئلوں پر چالیس احادیث
- حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ
- حضرت جی پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی کے دلچسپ واقعات (۱، ۲)
- حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ (اول)
- خطبات متکلم اسلام (اول، دوم، سوم)
- خطبہ جمعہ خطیب و سامع کی زبان میں
- خوشگوار ازدواجی زندگی کے رہنما اصول
- دروس القرآن (اول، دوم)
- دروس الحدیث (اول)
- دست و گریبان (جلد اول)
- دفاع اہل السنۃ والجماعۃ (اول)
- دلائل احناف
- ڈاکٹر ذاکر نائیک خیالات و نظریات
- رد بدعات و منکرات
- رسائل محسن "ہندی"
- زبدۃ الشمائل شرح اردو شمائل ترمذی
- سرور المحسنین فی تکبیرات العیدین
- سستی جنت
- سفرنامہ برما
- سنی کون؟ حنفی یا غیر مقلد
- سوال گندم جواب چنا
- شادی کی پہلی دس راتیں
- شادی مبارک
- صراط مستقیم کورس (مرد و خواتین)
- عقائد اہل السنۃ والجماعۃ
- عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق
- غصہ مت کیجئے!
- غیر مقلدین کا اصلی چہرہ
- غیر مقلدین کا فرار ایک دلچسپ داستان
- غیر مقلدین کی غیر مستند نماز (اردو)
- غیر مقلدین کی غیر مستند نماز (ہندی)
- غیر مقلد ماسٹر کی غیر مقلدیت سے توبہ
- فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات
- فرض نماز کے بعد دعا کا ثبوت
- فرقہ اہل حدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ
- فرقہ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ
- فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ
- فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ
- فضائل و مسائل قربانی
- قرآن کریم کیسے پڑھنا چاہئے!
- کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ
- کیا اہل عرب غیر مقلد ہیں؟
- مقلد کی نماز غیر مقلد کے پیچھے جائز ہے؟
- نماز اہل السنۃ والجماعۃ "اردو ہندی"
- نماز تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ ہے
- ماہ رمضان المبارک فضائل و مسائل
- ماہ محرم الحرام کے فضائل و احکام
- ماہ صفر المظفر اور توہم پرستی
- ماہ ربیع الاول کے فضائل و احکام
- ماہ ربیع الآخر کے فضائل و احکام
- مجالس متکلم اسلام (اول، دوم)
- مرد و عورت کی نماز کے فرق پر تفصیلی جائزہ
- مسائل اربعہ غیر مقلد علماء کی نظر میں
- مسلک اعلیٰ حضرت
- مضامین متکلم اسلام
- مواعظ متکلم اسلام (اول، دوم)
- مہدی و مسیح کا مجموعہ اور شکیل بن حنیف
- ننگے سر نماز غیر مقلد علماء کی نظر میں
- ہدایہ علماء کی عدالت میں
- ہم اہل السنۃ والجماعۃ کیوں ہیں؟
- ہو الکذاب بجواب من الکذاب

MAKTABA SAFDARIYA DEOBAND

8881030588 | 09322471046

Email:msislam829@gmail.com

مصنف کی دیگر مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف و رسائل

(۱) تذکیر شرح نحو میر: درس نظامی میں شامل نحو میر کی انتہائی سہل شرح جو منتہی طلباء کیلئے بھی انتہائی مفید ہے۔

(۲) مناظرہ کوہاٹ 2012 میں کوہاٹ میں جشن عید میلاد النبی ﷺ پر ہونے والے مناظرے کی مکمل روئیداد

(۳) الاربعین فی مناقب امیر المومنین: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب و فضائل پر چالیس مستند احادیث کا مجموعہ

(۴) تحریک آزادی اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی

(۵) دفاع اہل السنۃ والجماعۃ (غیر مطبوعہ)

دار العلوم دیوبند کی تقاریظ سے مزین اس کتاب میں علمائے اہل السنۃ والجماعۃ پر ہونے والے تمام اعتراضات کے انتہائی مفصل و مدلل جوابات دئے گئے ہیں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب جو جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہونے والی ہے۔

(۶) الاربعین فی مناقب الخلفاء الراشدین (غیر مطبوعہ): خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مناقب پر چالیس احادیث کا مجموعہ

(۷) آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے اور ایمان ابوین مصطفیٰ (غیر مطبوعہ) آزر و ایمان و کفر والدین مصطفیٰ ﷺ پر تحقیقی مقالہ اور اشکالات کے مدلل جوابات

(۸) مسلک اعلیٰ حضرت (مطبوعہ): مولانا احمد رضا خان کا مسلک سنیت تھا یا شیعت؟ چشم کشا انکشافات۔

(۹) کردار یزید: کردار یزید اور یزید کے متعلق اکابر علماء کی آراء اصل عکسی حوالہ جات کے ساتھ۔

مزید تفصیلات کیلئے

Facebook.com/AllamaSajidKhanNaqshbandi

sajidkhannaqshbandi.blogspot.com

kalahazrat@gmail.com